آزادیٔ فکر و نظر اور اسلام

سُلطان احمد اصلاحی

2
آ
9

ۃ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ

Marfat.com

DATA ENTERED

آزادیٔ فکر و نظر
اور
اسلام

سلطان احمد اصلاحی

ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی
علی گڑھ

Marfat.com

سلسلۂ منشورات ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی علی گڑھ (۲۴)

(جملہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ ہیں)

۲۹۷.۱
S18 A
۹۵۷۱۰

کتاب ــــــــــــ آزادیٔ فکر و نظر اور اسلام

مصنف ــــــــــــ سلطان احمد اصلاحی

ناشر ــــــــــــ ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی، علی گڑھ

طابع ــــــــــــ بھارت آفسیٹ پریس۔ دہلی

سنِ اشاعت ــــــــــــ ۱۹۹۹ء / ۱۴۱۹ھ

تعداد ــــــــــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

صفحات ــــــــــــ ۱۲۸

قیمت ــــــــــــ ۴۰ روپے

خوش نویس ــــــــــــ اعزاز الحسن جاوید۔ بدر باغ علی گڑھ

ناشر کے علاوہ ملنے کا دوسرا پتہ

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی

مطبع: بھارت آفسیٹ، دہلی۔۶

Marfat.com

فہرست مضامین

انتساب	۵
دیباچہ	۶
باب اوّل ۔ آزادئ فکر و نظر کے حدود	۸
تمہید	۹
آزادئ فکر و نظر کی حصار بندی	۱۰
بے قید آزادئ فکر و نظر کا پس منظر	۱۲
اس تصور کی بنیادی خامی	۱۵
مذہب اور مذہب میں فرق کی ضرورت	۱۶
مذہب اور سیکولر نظریات کا فرق	۱۸
صحیح مذہب کی پہچان	۱۹
صحیح مذہب پر تنقید کے حدود	۲۱
باب دوم ۔ آزادئ فکر و نظر ۔ اسلام کا نقطۂ نظر	۲۴
تمہید	۲۵
اسلام کی واقعی حیثیت	۲۷
اسلامی اساسیات پر تنقید کے مضرات	۲۸
دیگر افکار و مذاہب پر اسلام کے حقِ تنقید کے وجوہ	۳۰
الحادی افکار و نظریات پر تنقید کی وجہ	۳۲
دیگر مذاہب پر حقِ تنقید کے وجوہ	۳۵

۲۳-۱۲-۲۰۱۱
۱۵/۱

Marfat.com

آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے مذہب / مذاہب پر تنقید ۳۶
آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مذاہب پر تنقید کے وجوہ ۳۸
یہودیت اور نصرانیت پر تنقید ۳۹
۱۔ الگ مذہب ہونے کا انکار ۴۱
۲۔ اعتقادی گمراہیاں ۵۱
۳۔ تحریف ۵۹
۴۔ آخری شریعت ہونے کی عدم صراحت ۷۰
۵۔ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ۷۴
شرک وبت پرستی پر تنقید کے اسباب ۸۱
الحاد اور انکارِ خدا پر تنقید ۹۲
غیر جانبدار دینداری پر تنقید ۹۵
اسلام کے حقِ دعوت کا ثبوت ۱۰۰
اسلامی اساسیات کو زیرِ بحث لانے کی صورت ۱۰۳
اسلامی جزئیات پر تنقید کے حدود ۱۰۷
شریعت کی صحیح پہچان کی ضرورت ۱۱۱
صالح آزادئ فکر ونظر کی قدر افزائی ۱۱۵
بے قید آزادئ فکر ونظر اسلام خود اپنے ماننے والوں کو دینے کا قائل نہیں ۱۲۰
کتابیات ۱۲۴

Marfat.com

انتساب

ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی علی گڑھ

کے نام

جس کے سائے تلے ہی میں یہ اور ان

جیسے دوسرے کاموں کے سرانجام دینے

کے قابل ہو سکا

(س س)

Marfat.com

دیباچہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین ۔ امابعد

اس کتاب میں آزادیٔ فکر و نظر کے سلسلے میں اسلام کے رویّے کے مسئلے پر ایک خاص پہلو سے گفتگو کی گئی ہے ۔ آزادیٔ فکر و نظر کے آج کے دور میں ہر عقیدہ وخیال کا آدمی اس سے فائدہ اٹھاتا اور دوسرے کے معتقدات ومسلّمات کو زیرِ بحث لاتا ہے ۔ اسلام جو صالح آزادیٔ فکر و نظر کا ہمیشہ سے سب سے بڑا علمبردار رہا ہے، عصرِ حاضر کا یہ نیا منظر اس کے لیے ہر طرح سے خوش آئند ہے ۔ اس لیے کہ اس کی بنیاد پر اسے بھی دنیا کے دوسرے تمام افکار و مذاہب کی کمیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرنے اور انھیں ایک ایک کرکے منظرِ عام پر لانے کا موقع ملتا ہے اور ان کی جزئیات و فروعات سے زیادہ وہ ان کی اساسیات وکلیات کو اپنی نقد و نظر کا موضوع بناتا ہے ۔ البتہ دیگر مذاہب وافکار کو اپنی نسبت سے وہ اس کھلی تنقید کی اجازت دینے کا قائل نہیں ۔ یہ تنقید چاہے فلاحِ انسانیت اور اصلاحِ معاشرہ کے دعویٰ کے ساتھ ہی کیوں نہ کی جائے، اسلام اپنے عقائد واحکام کو انسانی نقد و نظر کے اس دائرے میں شامل کرنے کو تیار نہیں ۔ آخری شریعت کی نسبت سے دیگر افکار و مذاہب کے قائلین کے نقد و نظر کی ایک حد ہے اور اسی حد کے اندر یہ نقد و نظر صالح اور مطلوب ہو سکتی ہے ۔ بہ ظاہر یہ بہت پیچیدہ مسئلہ حقیقت میں اتنا ہی سادہ ہے ۔ آئندہ صفحات میں اسی پیچیدگی اور سادگی سے گزر کر قارئین کو

Marfat.com

حقیقتِ حال کا سراغ لگانا ہے۔

آج مذہب کی معاملاتِ دنیا سے بے دخلی اور وحدتِ ادیان کے نظریے جیسے دوسرے بہت سارے افکار و نظریات کی طرح آزادیٔ فکر و نظر کا یہ مسئلہ بھی دراصل اسلام کی صحیح حیثیت کو سمجھ نہ پانے یا سمجھنا نہ چاہنے کا شاخسانہ ہے۔ آزادیٔ فکر و نظر کے حوالہ سے اسلام اور غیر اسلام کی برابری کے مطالبہ کا مطلب دوسرے لفظوں میں اپنی اصل اور اساس کے اعتبار سے اسلام اور غیر اسلام کو برابر کرنا ہے لیکن جب دونوں کی حیثیتیں ہی جداگانہ اور ان کی حقیقت اور ماہیت ہی ایک دوسرے سے جوہری طور پر مختلف ہو، تو اس برابری اور مساوات کا دعویٰ اپنے آپ باطل ہو جاتا ہے۔ بظاہر یہ حقیقت چاہے تلخ نظر آئے اور حقیقتیں اکثر تلخ ہی ہوا کرتی ہیں۔ لیکن انسانیت کی بھلائی اسی سے وابستہ ہے کہ وہ اس تلخ حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ اس کے سلسلے میں اس کی بیجا ضد اسے دنیا و آخرت کے اس سب سے بڑے نقصان سے دوچار کرنے والی ہے جس کی تلافی کی کوئی صورت سانس کے بند ہو جانے اور اس زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد ممکن نہیں ہو سکتی ہے۔ ان سطروں کا لکھنے والا اپنے کو خوش نصیب سمجھے گا اگر اس کی اس محنت سے اللہ کے کچھ بندوں کو اپنے موقف پر نظرِ ثانی کی توفیق ہو جائے۔ اور اسلام کے نقد کے بجائے اس کی مخلصانہ پیروی کو وہ اپنی زندگی کی اصل کامیابی اور کامرانی سمجھ سکیں۔ آخر میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرفِ قبول سے نوازے اور اپنے دین کی علمی خدمت کی توفیق سے محروم نہ ہونے دے۔

سلطان احمد اصلاحی

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

۲۲ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ

۱۱ اپریل ۱۹۹۶ء، جمعرات

Marfat.com

باب اول

آزادیٔ فکر و نظر کے حدود

Marfat.com

آزادئ فکر و نظر کے حدود

موجودہ دور کو بجا طور پر آزادئ فکر و نظر کا دور کہا جاتا ہے۔ دنیا کے بہت بڑے خطے اور اس کے اکثر و بیشتر ملکوں میں ریاست کے آزاد شہریوں کو پوری آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنی پسند سے اپنے لیے عقیدے اور نظریے کا انتخاب کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہر آزاد شہری کا یہ بنیادی حق تصور کیا جاتا ہے کہ اپنے مذہب اور عقیدے کی خوبیوں کے بیان کے ساتھ دوسرے مذہب اور عقیدے کی خامیوں اور کمیوں کی نشاندہی کر سکے اور کھلم کھلا اسے تنقید اور اعتراض کا ہدف بنا سکے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا یہ لازمی حق اور اختیار سمجھا جاتا ہے کہ ایک مذہب سے دوسرا مذہب اور ایک عقیدہ سے دوسرا عقیدہ تبدیل کر سکے۔ کسی وجہ سے اسے اپنے موروثی اختیار کردہ عقیدہ و مذہب پر اطمینان نہ رہ جائے تو کسی تردد اور اندیشہ کے بغیر وہ اپنا مذہب تبدیل کر سکتا اور ایک عقیدہ و خیال سے ہٹ کر دوسرے عقیدہ و خیال کو قبول و اختیار کر سکتا ہے۔ دور حاضر کی شہری حقوق یا بنیادی حقوق کی اس گنجائش کا فائدہ اسلام مذہب بھی اپنے حق میں خوب اٹھانا چاہتا ہے۔ آزادئ فکر و نظر کی اسی دفعہ کے حوالہ سے آخری پیغمبر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں آنے والا مذہب۔ اسلام۔ آج دنیا کے دوسرے تمام مذاہب پر تنقید کرتا ہے اور ان کی کمیوں اور کمزوریوں کو ایک ایک کر کے سامنے لانے کی کوشش کرتا ہے۔ انسانی افکار و نظریات پر بدرجۂ اولیٰ وہ اعتراض و تنقید کو اپنا فطری حق سمجھتا ہے اور پوری مستعدی سے ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو منظرِ عام پر لاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس تنقید و اعتراض کے نتیجے میں کھلے / چھپے، بالواسطہ / بلاواسطہ وہ دوسرے تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کو تسلیم کریں اور اس کی صداقت و حقّانیت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے دامن میں پناہ لینے ہی کو اپنی دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت باور کریں۔

Marfat.com

اس پس منظر میں اسلام پر اعتراض ہے کہ دورِ حاضر کی آزادئ فکر و نظر کی جس قدر (Value) کا فائدہ اٹھا کر وہ دنیا کے دوسرے تمام مذاہب و نظریات پر تنقید و اعتراض کو اپنا حق سمجھتا ہے، یہی حق اپنی نسبت سے وہ ان مذاہب و نظریات کو دینے کو تیار نہیں۔ دیگر مذاہب و نظریات کے سلسلے میں تو اس کے لیے اپنی اسی خواہش کو چھپانا مشکل ہے کہ ان کے پیروکار انھیں چھوڑ کر اسلام کے دائرے میں شامل ہو جائیں لیکن اپنے اوپر ان مذاہب و نظریات کا یہ حق اسے منظور نہیں کہ اس کے افکار و تصورات کو یہ اپنی تنقید کا ہدف بنائیں اور اس کے عقیدہ و قانون کی کسی دفعہ پر اپنے اعتراضات اور شکوک و شبہات محتاط سے محتاط انداز میں بھی پیش کر سکیں۔ نہ صرف یہ کہ اسلام اپنے اوپر کسی طرح کی تنقید و اعتراض کو سننے کا روادار نہیں بلکہ اس سے بھی آگے کوئی شخص جو اس کے دائرے میں ایک بار آجائے موروثی مسلمان/نومسلم پھر وہ اسے اس سے باہر جانے دینے کو تیار نہیں۔ ایک بار اسلام قبول کرنے کے بعد جو شخص پھر اس سے باہر جانا چاہے اس کی نظر میں وہ 'ارتداد' کا مجرم اور قابل گردن زدنی ہے۔ اس علت کے ساتھ اس کو دنیا میں جینے کا بھی اختیار نہیں ہے۔

دورِ حاضر کی آزادئ فکر و نظر کی عزیز قدر کے حوالہ سے اسلام پر یہ اعتراضات بظاہر بہت وزنی اور جان دار معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ بہت سی غلط فہمیاں اور غلط اندیشیاں ہیں جو روئے زمین پر اللہ کے ایک ہی پسندیدہ اور مستند دین ـــ اسلام ـــ کے سلسلے میں اس خیال کا باعث ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کا ازالہ کرتے ہوئے اس دینِ مبین کے سلسلے میں ہم صحیح صورتِ حال کو سامنے لانے کی کوشش کریں گے۔ جس کے نتیجے میں آزادئ فکر و نظر کے مطلوبہ اور غیر مطلوبہ تصور کا سمجھنا ان شاء اللہ آسان ہو جائے گا۔

آزادئ فکر و نظر کی حصار بندی

یہ مطالبہ اور یہ خواہش جس میں جدید دنیا کے ساتھ ہمارے برادرانِ وطن کے

Marfat.com

روشن خیال اور تعلیم یافتہ طبقے کی بڑی تعداد بھی شامل ہے اس کی سب سے بڑی کمزوری یہ کہ اس میں آزادئ فکر و نظر کے لیے کوئی حصار بندی اور حد بندی نہیں کی گئی ہے۔ اس کی رُو سے مذہب مذہب میں کوئی فرق ہے، نہ مذہب اور انسانی افکار وخیالات میں کوئی تفاوت۔ اپنی صداقت اور قبولیت کے لحاظ سے دنیا کے تمام مذاہب یکساں ہیں۔ اپنے ذوق اور پسند سے انسان کسی بھی مذہب کو اختیار کرسکتا ہے اور جب اس کی فکر و نظر میں تبدیلی آجائے ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہوسکتا ہے۔ جہاں تک انسانی آرار وخیالات کی وسیع دنیا کا سوال ہے وہاں فکر و نظر کی یہ آزادی بدرجۂ اولی حاصل ہونی چاہیے کہ آدمی جب جس خیال کو چاہے ماننے اور جب چاہے اس سے دامن جھاڑ دوسرے فکر وخیال کی گود میں اپنے کو ڈال دے۔ آزادئ فکر و نظر کے اس تصور کے لحاظ سے خدا کا اقرار اور انکار دونوں برابر ہے اور دین پسندی اور الحاد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سیکولر افکار و نظریات کا تو معاملہ ہی الگ ہے کہ کسی مخصوص فکر و فلسفہ کے حق میں ایسی ترجیح کا دعویٰ کیا جائے کہ ایک بار جس نے اسے قبول کرلیا اب اسے اس کو چھوڑنے کا اختیار نہیں۔ بات انسانی افکار وخیالات کی ہے تو کسی انسان کو یوں بھی زیب نہیں دیتا کہ فکرِ مخصوص سے باہر وہ دوسرے کو جانے کی اجازت نہ دے اور متعلق شخص چاہے نہ چاہے اسے مارے باندھے ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال کو ماننے کے لیے مجبور کیا جائے۔ آزادئ فکر و نظر کا یہ تصور جب مذہب (Religion) کے سلسلے میں کسی بندش کا روادار نہیں کہ مذہب مخصوص سے ہٹ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرنے کی آدمی کو آزادی نہ ہو تو انسانی افکار وخیالات کے سلسلے میں تو بدرجۂ اولیٰ اسے اسی طرح کی کسی بندش کا قائل نہ ہو کر اس کی پوری کھلی آزادی اور کھلی چھوٹ کا وکیل اور حامی ہونا ہی چاہیے۔

رب کریم سے غافل اور اس کے ناقدرداں آج کے انسان کے لیے آزادئ فکر و نظر کا یہ تصور کوئی نعمت غیر مترقبہ ہو تو ہو، اللہ کے آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے ذریعہ لائے ہوئے اس کے ایک ہی پسندیدہ دین 'اسلام' کے لحاظ سے یہ نعمت نہیں نقمت ہے۔ یہ انسان کی ترقی نہیں، اس کی تنزّلی ہے، یہ اس کا اقبال نہیں، اس کا ادبار ہے۔ یہ اس کے نفع کا نہیں، اس کے گھاٹے کا سودا ہے۔ اس میں اس کی نجات نہیں بلکہ اس کی ہلاکت ہے۔ اچھی سے اچھی غذا بھی اگر وہ حدود کی پابند نہ رہے، انسان کی صحت نہیں بلکہ اس کی بیماری کا موجب ہے۔ عمدہ سے عمدہ معجون اور ٹانک بھی اگر وہ حدود نا آشنا ہو جائے تو فائدہ سے زیادہ مریض کے لیے اس میں نقصان کا خطرہ ہے۔ آزادئ فکر و نظر کی دورِ جدید کے انسان کی خواہش کا معاملہ اس سے مختلف نہیں۔ یہ اپنی حد میں رہے تو اس کے لیے ذہن و دماغ کی بہترین غذا ہے، کسی حد کی پابند نہ رہے اور بالکل بے لگام ہو جائے تو اس کے لیے تباہی اور ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔ اس میں اس کا نفع نہیں بلکہ سرتاسر خسارہ ہے۔ اس لیے فکر و نظر کی آزادی کے حق سے اگر صحت مند اور صحت افزا طریقے سے مستفید ہونا مطلوب ہو تو سب سے پہلے اس کو پابندِ حدود کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ذریعہ ہی وہ موجبِ خیر و برکت اور باعث فوز و فلاح ہو سکتی ہے۔

بے قید آزادئ فکر و نظر کا پس منظر

آج کے انسان میں بے قید و بے لگام آزادئ فکر و نظر کی یہ خواہش کوئی اچانک پیدا نہیں ہو گئی ہے۔ بلکہ اس کا ایک مخصوص پس منظر ہے اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے اس پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے۔ دورِ حاضر میں یورپ نے انسانیت کو بہت سے تحفے دیے ہیں، اپنی موجودہ صورت آزادئ فکر و نظر کا یہ تصور بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ جمہوریت، آزادی و مساوات اور حقوقِ انسانی وغیرہ بہت سی دوسری چیزوں کی طرح اس کا سرا بھی یورپ کی نشأۃ ثانیہ (Renaissance) اور اس کے عہدِ روشن خیالی (The Age of Enlightment) سے ملتا ہے۔ جو آگے جدید یورپ میں پختگی

اور کمال کے درجے کو پہنچتا ہے[1] پوپ اور کلیسا کی معرفت مسیحیت کے مظالم سے تنگ آکر یورپ نے عیسائیت کو معاملاتِ دنیا سے بے دخل کیا یہاں تک کہ چرچ اور اسٹیٹ کی علیحدگی کا باقاعدہ فلسفہ وجود میں آیا جس نے بعد کے مرحلے میں عیسائیت سے آگے نفسِ مذہب کو انسانیت کی ترقی کی راہ کا روڑا قرار دیا۔ مقابلے اور کشمکش کی اس کیفیت کے ساتھ حاصل ہونے والا یورپ کا حقوقِ انسانی کا تصور فطری طور پر اعتدال و توازن کا آئینہ دار نہیں ہوسکتا تھا۔ اسی کے ایک حصے کے طور پر آزادیٔ فکر و نظر کا اس کا تصور بھی بے اعتدالی اور عدم توازن کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہا چنانچہ اس نے ایک طرف تو لوگوں کی نظر میں مذہب کو بے وقعت کیا اور ان کو اس سے برگشتہ کرنے کا راستہ ہموار کیا۔ یہاں تک کہ الحاد اور انکارِ خدا کو ایک فیشن کی حیثیت حاصل ہوگئی جبکہ پچھلے ادوار میں عمومی تحریک کے طور پر اس کا کوئی تصور نہ تھا۔ دوسرے اگر کہیں مذہب باقی بھی رہا تو اسے محض عضوِ معطل کی حیثیت حاصل رہ گئی۔ زندگی سے اس کے سرگرم کردار کا خاتمہ ہوگیا[2] رہی سہی کسر کیمونزم کے فلسفہ نے پوری کی جس نے مذہب کو افیون قرار دے کر اس کے تمام آثار و علائم کو جڑ پیڑ سے اکھاڑنے اور انھیں نیست و نابود کرنے کو اپنے معتقدین کا سب سے مقدس فریضہ قرار دیا۔ زندگی دراصل پابند حدود مذہب کی معرفت ہی ہوسکتی ہے جب وہ میدان سے ہٹ گیا تو اس کے بے قید و بے مہار ہونے کا راستہ بالکل صاف ہوگیا۔ بلاشبہ یورپ کی دو تین سو سال کی اتھل پتھل نے بیسویں صدی عیسوی میں دنیا کو جمہوریت، حقوقِ انسانی، آزادیٔ فکر و نظر وغیرہ کے بہت سے قیمتی تحفے دیے اور اگرچہ یہ

---

[1] یورپ میں آزادی و مساوات وغیرہ تصورات کے عہد بہ عہد ارتقاء کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب 'اسلام کا تصورِ مساوات' کا باب اول۔ مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی بار اول ۱۹۹۵ء۔

[2] مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب 'مذہب کا اسلامی تصور' کا پہلا باب 'محدود تصورِ مذہب کا پس منظر' شائع کردہ: ادارہ تحقیق و تصنیفِ اسلامی، علی گڑھ ۱۴۱۲ھ م ۱۹۹۱ء بار اول

Marfat.com

تھے اس سے زیادہ کامل اور پاکیزہ صورت میں آج سے چودہ سو سال قبل خلافتِ راشدہ کی صورت میں دنیا کو مل چکے تھے، جس کی نظیر اس سے پہلے دنیا کو ملی نہ شاید آئندہ کبھی مل سکے گی، لیکن اعتراف کیا جانا چاہیے کہ بے مثال صنعتی ترقی اور جدید عالمیت (Globlisation) کی سہولت سے یورپ کے پلیٹ فارم سے جدید دنیا میں ان قدروں کی آج جس طرح شتہری اور قبولِ عام حاصل ہوا ہے، پچھلے ادوار میں بشمول عہدِ مسلم اس کی نظیر نہیں ملتی لیکن اپنی اسی کمی کی وجہ سے جس کی تفصیل اوپر گزری آزادی و مساوات وغیرہ کی دیگر قدروں کی طرح یورپ کا عطا کردہ آزادی فکر و نظر کا تصور بھی صحیح سالم اور بے ضرر نہ رہ سکا۔

برِصغیر ہند میں آزادئ فکر و نظر کے اس تصور کو مزید جلا اس کے 'وحدتِ ادیان' جیسے فلسفوں سے ملی جس نے پوری قوت سے دنیا کے تمام مذاہب کی یکسانیت کا چرچا کر کے ہر مذہب کو یکساں قابلِ قبول اور قابلِ اختیار قرار دیا۔ جس میں یہ بات اپنے آپ شامل تھی کہ آدمی جب چاہے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف شدّ رحال کر لے۔ ظاہر ہے مذہب ہونے کے ناطے 'اسلام' کا بھی اس سے استثناء نہیں ہو سکتا تھا۔ برطانوی استعمار کا جانشین اور اس کی معرفت یورپ کے آزادئ فکر و نظر کے فلسفے کا امین ہونے کی حیثیت میں یہ وطنِ عزیز اس خیال کا بہت بڑا نقیب اور مؤیّد تو تھا ہی، اس کے 'وحدتِ ادیان' کے فلسفہ سے اس کا نشہ مزید دو آتشہ ہوا۔ نتیجے کے طور پر برادرانِ وطن کا ایک طبقہ آج باشندگانِ یورپ سے بھی بڑھ کر آزادئ فکر و نظر کے اس تصور کا رسیا ہے۔ جس کی رُو سے ہر شخص اور ملک کے ہر آزاد شہری کو حکومت و سیاست اور سیکولر افکار و نظریات کی دنیا میں تو فکر و نظر کی بھرپور آزادی کی ضرورت ہے ہی، مذہب اور الٰہیات کے نازک اور حسّاس معاملے میں بھی وہ بھرپور طریقے پر اس آزادی کے استعمال کو اپنا فطری حق سمجھتا ہے اور اس کے سلسلے میں اپنے اوپر کسی قسم کی رکاوٹ اور قدغن کو وہ مسلّمہ حقوق انسانی میں مداخلت اور اس سے محرومی کے مرادف قرار دیتا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ایک

Marfat.com

شخص ایک سیاسی پارٹی سے دوسری سیاسی پارٹی میں جس طرح منتقل ہوسکتا ہے بشمول اسلام ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں بھی اسے اسی طرح منتقل ہونے کا اختیار رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ مذہب سے لامذہب ہونے میں بھی اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے جس طرح سے کہ لامذہبیت سے مذہب کی طرف اس کا رجوع خوش آئند اور موجب استقبال ہوتا ہے۔ اس کے لازمی حصے کے طور پر جس طرح وہ کسی سیاسی پارٹی اور کسی سیکولر فکر و عقیدہ پر تنقید کرسکتا ہے بشمول اسلام مذہب اور مذہبیات پر بھی تنقید و اعتراض کا اسے بھرپور حق حاصل ہونا چاہئے۔ اس کے لیے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقلی کا دروازہ ہر وقت کھلا رہنا چاہیے، اس کے ساتھ ہی وہ با مذہب ہو یا لا مذہب اسلام سمیت دنیا کے ہر مذہب اور اس کے ہر عقیدہ و عمل پر تنقید و اعتراض کا اس کو حق ہونا چاہیے۔ اس خصوص میں مذہب اور سیکولر افکار و نظریات کے درمیان کسی قسم کا فرق اور کسی طرح کا امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔

اس تصور کی بنیادی خامی

اس تصور کی بنیادی خامی یہ ہے کہ اس کی رو سے مذہب اور مذہب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ آدمی جب چاہے ایک مذہب کو اختیار کرے اور جب چاہے اس کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں شامل ہو جائے۔ اسی طرح ایک مذہب کے اندر رہتے ہوئے اسے جس طرح دوسرے مذہب/مذاہب پر اسے تنقید و اعتراض کا حق ہو سکتا ہے، دوسرے مذہب میں شامل ہونے کے ساتھ بعینہٖ یہی حق اپنے سابقہ مذہب کے ساتھ دیگر تمام ادیان و مذاہب کے سلسلے میں حاصل ہو جاتا ہے۔ معلوم ہے کہ ہر مذہب کے کچھ بنیادی عقائد و تصورات ہوتے ہیں جن کی اساس پر جزئیات و فروعات اور اس کے نظام کا تفصیلی ڈھانچہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔ مذہب پر تنقید و اعتراض کے اس نظریے کے

Marfat.com

مطابق عقائد اور جزئیات کی کسی تفریق کے بغیر ایک شخص کو اس کے ہر حصے اور ہر پہلو پر تنقید و اعتراض کا حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ حق ہر وقت قابلِ منتقلی ہوتا ہے، ایک شخص نے جہاں ایک مذہب چھوڑا دوسرے مذاہب کے علاوہ اپنے متروکہ مذاہب کے علاوہ اپنے متروکہ مذہب پر بھی اس کی تنقید و اعتراض کا حق فوراً بحال ہو جاتا ہے۔ ایک مذہب میں رہتے ہوئے جس طرح وہ دیگر اہلِ مذاہب کے اس کے سلسلے میں اعتراضات واختلافات کو سنتا ہے، ان کی نسبت سے اعتراض واختلاف کا یہ حق اسے بھی ہر وقت اور ہمہ آن حاصل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے مذہب اور مذہب کی طرح مذہب اور سیکولر افکار و نظریات کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح ایک شخص سرمایہ داری سے اشتراکیت اور اشتراکیت سے سرمایہ داری کی طرف جب چاہے منتقل ہو سکتا ہے اور ایک میں رہ کر دوسرے پر برملا اور کھلم کھلا تنقید کر سکتا ہے، مذہب کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ ایک شخص ایک مذہب کو چھوڑ کر جب چاہے دوسرے مذہب میں منتقل ہو سکتا ہے اور بالکل سیکولر افکار و نظریات کے مانند وابستہ مذہب / نظریے کے ساتھ اس کا تنقید و اعتراض کا حق اس کے ہمراہ گردش کرتا رہتا ہے۔ انسان کو جب فکر و نظر کی آزادی حاصل ہے تو اس کے اندر اپنے آپ میں یہ بات شامل ہے کہ یہ آزادی مطلق اور کسی قید و بند کے بغیر ہونی چاہیے۔ یہاں تک کہ ادیان و مذاہب اور سیکولر افکار و نظریات کی بھی اس خصوص میں کوئی تفریق اور کوئی تقسیم اور تجزّی نہیں ہونی چاہیے۔

مذہب اور مذہب میں فرق کی ضرورت

آزادئ فکر و نظر کا یہ شیش محل بظاہر بہت ہی پرکشش اور جاذبِ نظر آتا ہے لیکن درحقیقت فکر و نظر کی خامیاں درخامیاں ہیں جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سب سے نمایاں یہ کہ مذہب (Religion) کے سلسلے میں یہ رویّہ اس کی نسبت

Marfat.com

سے دورِ جدید کے انسان کے روایتی لاپروائی، عدم توجہی اور عدم دلچسپی اور عدم اکتراث کا مظہر ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ مذہب پر اظہارِ خیال میں وہ کسی ادب اور کسی حد کے لحاظ کو ضروری خیال نہیں کرتا ہے۔ اسے بالکل دھیان نہیں رہتا کہ مذہب کے سلسلے میں وہ جو بات کہہ رہا ہے اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے؟ اس کے کیا منطقی نتائج برآمد ہوتے ہیں اور وہ کن مسائل اور کن سوالات کو جنم دیتی ہے؟ آزادئ فکر و نظر کے حوالے سے مذہب کے سلسلے میں یہ رویّہ اپنے آپ میں مستلزم ہے کہ مذہب انسان کے دائرہ اختیار کی چیز ہے۔ وہ خدا ساختہ (God made) نہیں بلکہ خود ساختہ (Man made) ہے اور اگر خدا ساختہ ہے بھی تو اس کی طرف سے اس میں ترمیم و تنسیخ اور اضافہ اور تبدیلی کی انسان کو بھرپور اجازت ملی ہوئی ہے اور اس دخل کے حوالہ سے ہر مذہب یکساں طور پر قابلِ تسلیم اور اسی طرح سے قابلِ تنقید اور موضعِ اختلاف ہے۔ مذہب اگر انسانی ذہن کی پیداوار اور اس کے دائرۂ اختیار کی چیز ہے تو بلا شبہ رہتی دنیا تک کے لیے ہر انسان کو اس کا حق ہونا چاہیے کہ وہ کسی مذہب کی پیروی کرے یا اس کے اندر صلاحیت ہو تو کسی نئے مذہب کی تشکیل اور اس کی بنیاد ڈال سکے اور کسی انتہاء کے بغیر جب تک کہ یہ زمین و آسمان قائم ہیں نت نئے مذاہب کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر مذہب انسان کے دائرۂ اختیار سے باہر کی چیز ہے اور یہ خالص مالک الملک خالقِ ارض و سما، موجدِ کائنات اللہ رب العالمین کا اختیار تمیزی ہے، جیسا کہ کم از کم اسلام مذہب کا اس پر اصرار اور ہزار بار اصرار ہے، تو یہ چیز اس کے سلسلے میں بالکل ہی دوسرے مسائل اور نئے سوالات کو جنم دیتی ہے۔

اس کی روشنی میں مذہب اور مذہب کے درمیان فرق کرنے کی ضرورت ہے۔ مذاہب کی پھیلی ہوئی دنیا سے صحیح مذہب کی پہچان کرنی ہوگی اور اس کے اور دیگر مذاہب کے سلسلے میں آزادئ فکر و نظر کے حوالہ سے خط امتیاز کا قائم کرنا ضروری ہوگا۔ باطل مذہب / مذاہب پر آداب کی رعایت سے اس کے ہر حصے

Marfat.com

اور ہر پہلو پر تنقید و اعتراض کرنا جائز ہی نہیں بلکہ بسا اوقات واجب اور انسانیت کی صلاح اور فلاح کا موجب ہوگا۔ جبکہ "سچے مذہب" پر آزادیٔ فکر و نظر کے حق کے استعمال کی حدود اس سے بالکل مختلف ہوں گی۔ یہاں مذہب پر تنقید سے زیادہ اسے سمجھنے کی ضرورت ہوگی۔ جزئیات و فروعات میں اس کے انسانی اجتہاد و استنباط کے حصے میں تو بلاشبہ حدود کے لحاظ سے اپنے اور غیر ہر ایک کو اپنی بات کہنے کا حق اور ایک جزئیہ کے مقابلہ میں دوسرے کے اختیار کرنے کا مشورہ / مطالبہ کرنے کا حق ہوگا، لیکن سچے مذہب کا وہ حصہ جو براہِ راست الہامی اور جس کا تعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات اور دیگر متعلقہ اساسی عقائد و تصورات سے ہو، اس پر اپنے ہوں کہ غیر کسی کو زبانِ نقد و اعتراض کے کھولنے کا حق نہیں ہوگا۔

مذہب اور سیکولر نظریات کا فرق

مذہب پر اس گفتگو کی روشنی میں آزادیٔ فکر و نظر کی نسبت سے مذہب اور سیکولر افکار و نظریات کے درمیان فرق کو بھی آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔ کسی فکر کو تشکیل دینے اس پر عمل پیرا ہونے اور اسے ماننے، نہ ماننے کے خصوص میں انسان اور انسان کے درمیان فرق کے لیے کوئی وجہِ جواز نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں ہمیشہ سے دو طرح کے انسان بستے رہے ہیں، ایک پیروی کرنے والے دوسرے وہ جن کی پیروی کی جاتی رہی ہے۔ عام لوگ بڑے لوگوں کی پیروی کرتے اور اپنی زندگی میں ان کے افکار و خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔ دوسرے عالم، فلسفی اور اربابِ فکر و نظر ہوتے ہیں جو افکار و خیالات کی نئی دنیا بساتے اور بہت سے لوگوں کا ان کا گرویدہ اور ان کا دلدادہ بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ انسانی افکار و خیالات میں اس وسیع دنیا میں بلاشبہ ہر آزاد انسان کو حق ہونا چاہیے کہ وہ جس فکر و خیال کو جب تک مناسب سمجھے مانے اور جب اس کے اندر کمی اور سقم کا احساس ہو، اس کو چھوڑ کر فکر و نظر کے دوسرے مکتبِ خیال میں اپنے کو شامل کرلے

Marfat.com

کی تبدیلی کے ساتھ ان پر ہمہ آن اور ہمہ وقت بھرپور تنقید و اعتراض اور نقد و نظر کا حق ہر انسان کو لازماً حاصل ہونا چاہیے۔ جب افکار انسانی ہیں تو کسی دوسرے انسان کو ان کے ماننے کا پابند کیا جا سکتا، نہ ان پر تنقید و اعتراض کے جائز حق سے اسے محروم کیا جا سکتا ہے۔

یہاں سے بالخصوص مستند، سچے الہامی مذہب کا معاملہ سیکولر افکار و نظریات سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ سیکولر افکار و نظریات کی طرح سچے مذہب پر بے لگام تنقید و اعتراض کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔ جبکہ انسانوں کے ایجاد کردہ مذہب/مذاہب کا معاملہ نقد و نظر اور تردید و اختلاف کے مقصد سے سیکولر افکار و نظریات سے مل جاتا ورنہ ان سے حد درجہ قریب تر ہو جاتا ہے۔ مذہب کسی مرحلے میں الہامی اور خدا ساختہ رہا بھی ہو تو بعد کے زمانہ میں اس میں انسانی ترمیمات و تحریفات کے ذریعہ انسانی افکار و خیالات کی آمیزش سے اس کا معاملہ بھی دیگر انسانی افکار و خیالات سے مختلف نہیں رہتا ہے۔ اس لحاظ سے دورِ حاضر کے آزادیٔ فکر و نظر کے مطالبہ اور اس کی خواہش کے پس منظر میں انسانی افکار و نظریات اور انسان ساختہ یا محرّف نیم انسان ساختہ مذہب/مذاہب کے درمیان فرق ہو نہ ہو، ان کے اور مستند، سچے الہامی مذہب کے درمیان زمین آسمان کا فاصلہ ہے۔ ایک کی نسبت سے اگر تنقید و اعتراض اور آزادیٔ فکر و نظر کا استعمال فائدے اور نفع کا موجب ہے تو دوسرے کی نسبت سے اس کا استعمال ہلاکت کا باعث اور دنیا اور آخرت دونوں کے خسارے کا سودا ہے۔

صحیح مذہب کی پہچان

مذاہب کی پھیلی ہوئی دنیا سے اگر کوئی شخص سچے مذہب کی پہچان کرنا چاہے تو اس کے لیے اسلام مذہب کو کھوج نکالنے میں کوئی زحمت نہیں ہوگی جس کی روشنی میں آزادیٔ فکر و نظر کے اپنے حق کے استعمال کے سلسلے میں مناسب رویّہ

Marfat.com

اس کے سامنے اپنے آپ واضح ہو جائے گا۔ پہلے انسان اور پہلے پیغمبر حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر آخری پیغمبر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہونے والا:

۱۔ تنہا ہی مذہب ہے جو تمام مذاہبِ عالم میں ایک اپنے معتبر اور مستند ہونے کا دعوے دار ہے۔ اس کے مطابق انسان ساختہ سے ہٹ کر یہودیت وعیسائیت جیسے آسمانی مذاہب بھی ان ناموں سے دراصل الگ الگ کوئی مذہب نہ تھے بلکہ نوحؑ وابراہیمؑ سے چل کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک آخری طور پر پہنچنے والے ایک ہی مذہب۔ اسلام۔ کا ایک درمیانی مرحلہ تھے جن کے اندران کے غیر ذمہ دار اور برسر باطل پیروکاروں نے اپنی طرف سے ترمیمات وتحریفات کر کے ان کو کچھ سے کچھ بنا دیا اور اللہ کے ایک ہی پسندیدہ دین۔ اسلام۔ سے ہٹ کر یہودیت وعیسائیت کے خود ساختہ ناموں سے منسوب کر دیا۔

۲۔ تمام مذاہبِ عالم میں تنہا ہی مذہب ہے جس کا یہ دعویٰ ہے اور جو اپنی اصلی الہامی حالت میں جوں کا توں برقرار ہے۔ اس کی نمائندہ اللہ کی آخری کتاب ۔۔ قرآن مجید۔ ایک حرف اور ایک شوشے کے بغیر اپنے زمانۂ نزول سے لے کر آج تک جیسی کی تیسی موجود۔ ایک ایسی حقیقت جس کا اپنوں کو ہی نہیں غیروں کو بھی ویسا ہی اعتراف ہے۔ اس کتاب کے اجمال کی تفصیل اور اس کے اختصار کی توضیح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا مجموعہ، جسے 'حدیث' اور 'سنت' کے اصطلاحی ناموں سے جانا جاتا ہے، اس کا ذخیرہ بھی ایسے مستند اور قابلِ اعتماد ذرائع روایت ودرایت سے آج تک تازہ وشاداب اس طرح موجود ہے کہ دنیا کی کسی دوسری ہستی کے اقوال وافعال کا کوئی ریکارڈ اس کی گرد کو بھی چھونے میں کامیاب نہیں ہے۔ بدلتی انسانی ضروریات اور پھیلتے ہوئے انسانی مسائل کی نسبت سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ضرورت اس کی تھی کہ جن نئے امور ومسائل میں قرآن وسنت کا صاف حکم موجود نہ ہو، اجتہاد واستنباط کی صلاحیت سے ان سے ان کی تخریج کر کے مدوّن ومرتّب شکل

Marfat.com

میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ امت کے مایہ ناز فقہا و مجتہدین کے ذریعہ یہ کام بھی اپنی مثالی صورت میں انجام پایا۔ جن کی اس کاوش کو اصطلاح میں 'فقہ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حالات کے تقاضے سے جس کے ذخیرے میں آج تک برسر موقع اضافہ ہوتا چلا آتا ہے۔

۳۔ تیسری خاص بات یہ کہ اللہ کا یہ آخری دین محض کاغذ و قرطاس کی زینت نہ ہو کر تاریخ میں اپنے اور عمل درآمد کا ایسا لازوال اور بے مثال نمونہ چھوڑا ہے جس کی نظیر اب تک دنیا کو دیکھنے کو ملی نہ آئندہ شاید کبھی مل سکے گی۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلافتِ راشدہ کا زمانہ انسانی تاریخ کا ایسا روشن زمانہ ہے جس سے آنکھیں بند کرنے اور جسے نظر انداز کرنے کی توقع کسی صاحبِ نظر اور انصاف پسند سے نہیں کی جا سکتی۔ اپنے پسندیدہ نظامِ حیات کی نسبت سے اس عہدِ بابرکت کو دیکھ لینے کے بعد کسی حق جو یا اور حق پسند انسان کے لیے کسی تردّد اور کسی خلجان کے لیے وجہِ جواز نہیں ہے۔ تاریخ کے اس عرصے میں انسانیت کو جو سکون و اطمینان نصیب ہوا اور مثالی فلاحی ریاست کا اس کو جو کامیاب ترین تجربہ دیکھنے کو ملا، اس کے بعد کوئی شخص اس دین کو ماننے نہ مانے لیکن اس کے کامل ترین ضابطۂ حیات اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی کی الجھنوں اور مشکلات کو حل کرنے کی اس کی کامل ترین اہلیت اور صلاحیت میں کسی شک اور شبہے کے لیے کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔

صحیح مذہب پر تنقید کے حدود

سچے مذہب کی یہ صورتِ حال خود اس کی داعی اور محرک ہے کہ اس پر اعتراض اور تنقید یا دوسرے لفظوں میں آزادیٔ فکر و نظر کے استعمال کی حدود انسان ساختہ، محرّف اور باطل مذاہب، ساتھ ہی متنوع انسانی افکار و خیالات پر تنقید و اعتراض سے بہت مختلف اور بدلی ہوئی ہونی چاہیے۔ انسانی افکار و خیالات اور انسانی اور محرّف مذاہب پر تنقید و اعتراض اور ان کے سلسلے میں آزادیٔ فکر و نظر

Marfat.com

ہر طرح سے محمود اور پسندیدہ ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ اس کائنات کو ایک ہی خدا نے پیدا کیا ہے اور وہی اس کو تنہا چلا رہا ہے اور برسرِ باطل مذاہب کے حوالہ سے دنیا میں بہت سی خدائیوں کی وکالت کی جا رہی ہو اور دین کے نام پر بے دینی کی نوع بہ نوع صورتوں سے مذاہب کی دنیا آباد ہو۔ ان پر تنقید و اعتراض نہ ہونے سے بڑھ کر انسانیت پر دوسرا ظلم نہیں یہی حال ہمیشہ سے چلے آ رہے اور روزانہ پیدا ہوتے انسانی افکار و خیالات کا ہے۔ ان کا جو حصہ صحیح دین اور سچی دینداری کے تقاضوں سے غیر ہم آہنگ ہو اور اس سے اس کی مزاحمت لازم آتی ہو، ان پر نقد و نظر اور آزادئ فکر و نظر کے استعمال سے بڑھ کر انسانیت کی دوسری خدمت اور دوسری بہی خواہی نہیں۔ انسانی افکار و نظریات کا جو حصہ اس نسبت سے بے ضرر اور غیر جانبدار ہو اس پر نقد و نظر اور آزادئ فکر و نظر کے استعمال سے اس کے اندر مزید نکھار ہی پیدا ہوگا اور اس کی افادیت اور ثمر باری میں اضافہ ہوگا۔

سچے دین اور صحیح مذہب کی نسبت سے آزادئ فکر و نظر کے استعمال کا مفید اور ثمر بار دائرہ اس کو سمجھنے اور اس سے قرار واقعی فیض یاب ہونے کا ہے۔ اس کے جو امور اجتہادی اور استنباطی ہوں فکر و نظر کے استعمال سے انھیں مزید موثر اور کارگر بنایا جائے۔ عرفِ صحیح اور عرفِ صالح اور دنیا کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے جن علمی اور انتظامی معاملات کا شریعت کے کسی اصول سے ٹکراؤ نہ ہوتا ہو وہ سب دین کا حصہ ہیں اور ان سے مناسب اور بروقت استفادے میں اپنوں کی طرح اغیار کو بھی بلاشبہ اپنی فکر و نظر کے استعمال کا پورا پورا حق ہے اور بلاشبہ مخلص اور ذمہ دار اسلامی ریاست کو ان امور میں اپنے غیر مسلم شہریوں کے جذبات و احساسات کا پورا پورا لحاظ اور دین و شریعت سے غیر مزاحم دائرے میں ان کے افکار و خیالات سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ ترقی یافتہ دنیا کے ترقی یافتہ شہری کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ کہ اسلام کو نہ ماننے کی صورت میں اپنے مذہب پر عمل کی پوری آزادی ہو اور اسے پوری طرح شہریت کے حقوق حاصل ہوں۔

۹۵۷۱۵

Marfat.com

سو اسلام اپنے غیر مسلم باشندوں کو شہریت کے یہ حقوق بہ تمام و کمال فراہم کرنے کا قائل ہے۔ بھرپور آزادئ فکر و نظر کے حوالہ سے اسلام اپنے غیر مسلم شہریوں کے لیے کیا حدود مقرر کرتا ہے اور اس کی کیا تفصیلات رکھتا ہے یہ اس کتاب کے اگلے باب کا موضوع ہے۔ جہاں ہم ایک ایک کر کے اس کے اطراف و جوانب کو سامنے لانے کی کوشش کریں گے۔ وما توفیقنا الا باللہ۔

Marfat.com

بابِ دوم

آزادیٔ فکر و نظر
اسلام کا نقطۂ نظر

Marfat.com

آزادئ فکرونظر ۔ اسلام کا نقطۂ نظر

اسلام اپنے زیرِ انتظام غیر مسلم انسانیت یا دوسرے لفظوں میں اپنے غیر مسلم شہریوں کو پوری فراوانی کے ساتھ آزادئ فکر و نظر ہی نہیں، آزادئ فکر و عمل کے وہ تمام حقوق فراہم کرتا ہے جسے آج کی ترقی یافتہ کوئی جمہوریت اپنے شہریوں کو فراہم کر سکتی ہے۔ وہ انھیں عقیدے کی آزادی، اپنے مذہب پر عمل کی آزادی، عبادت گاہوں کی تعمیر اور مرمت کی آزادی، لباس اور پوشاک کی آزادی، غذا اور خوراک کی آزادی اظہارِ خیال اور اظہارِ رائے کی آزادی، امورِ مملکت میں مناسب ساجھے داری کی آزادی اور ریاست کے عملی اور انتظامی پہلوؤں پر بھرپور تنقید و احتساب کی آزادی عطا کرتا ہے[1] بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اسلام کی مثالی صدرِ اول اور خلافتِ راشدہ کی تیس سالہ تاریخ اس سلسلے میں اپنے دامن میں اپنے غیر مسلم شہریوں کی نسبت ان آزادیوں کی فراہمی کی ایسی تابناک اور روشن مثالیں رکھتی ہے کہ آج یورپ، امریکہ اور ہندوستان کی نمونے کی جمہوریتیں بھی اس مرتبے تک پہنچنے کا دعویٰ نہیں کر سکتیں۔ خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو برسرِ منبر کسی مسئلہ میں ایک بوڑھیا ٹوک دیتی ہے اور سرِ عام وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور اپنی رائے سے رجوع کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی ایک دوسرے موقع پر خلیفہ کے لمبے کرتے کے حوالہ سے لوگ ان کی بات سننے اور ان کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیتے ہیں جب تک کہ وہ اس کی وضاحت نہ کر دیں کہ عامۃ الناس کے مقابلے ان کا یہ لمبا کرتا ان کے پاس

---

[1] اس کی تفصیل کے لیے ہماری دوسری کتاب "اسلام اور آزادئ فکر و عمل" کے متعلقہ مباحث، منتظرِ طبع۔

Marfat.com

کیسے اور کہاں سے آیا ہے[1] آج کی مثالی سے مثالی جمہوریت میں بھی آزادیٔ خیال اور آزادیٔ رائے کی ایسی مثال ملنی مشکل ہے۔ رائے کی آزادی اگر مل بھی جائے تو جواب کی وہ تشفی ملنی مشکل ہے جس کی نظیر حضرت فاروق اعظمؓ کے اوپر کے واقعہ میں ملتی ہے۔

اسلام اس طرح کا رویّہ اپنانے کے بجائے مسلمانوں کی طرح اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کو عقیدۂ وعمل کے ساتھ فکر ونظر کی بھرپور آزادی عطا کرتا ہے۔ لیکن آزادیٔ فکر ونظر کا یہ مطلب کہ جس طرح اسلام مذاہب باطلہ اور الحادی نظریہائے حیات کی اساسیات ومسلّمات سے لے کر ان کی ایک ایک جزئیات پر تنقید واعتراض کو اپنا حق سمجھتا ہے، دیگر پیروانِ مذاہب اور سیکولر طبقۂ انسانیت کو اسلام کی نسبت سے بھی بالکل ایسے ہی تنقید واعتراض کا حق حاصل ہوجائے۔ جزوی اور فروعی مسائل ہی نہیں اسلام کی کلّیات واساسیات، عقیدۂ توحید وآخرت اور ختمِ نبوت وغیرہ پر بھی مذاہب باطلہ اور الحادی نظریہائے حیات کے حاملین کو بے لگام اور بلا روک ٹوک تنقید واعتراض کی کھلی چھوٹ مل جائے۔ آزادیٔ فکر ونظر کی برابری کا یہی تقاضا ہے۔ ایک نظریۂ حیات کی حیثیت سے جب اسلام اپنا یہ حق سمجھتا ہے کہ دنیا کے دوسرے تمام افکار ونظریات پر تنقید کرے تو اپنے سلسلے میں دیگر مذاہب ونظریات کو بھی اسے یہ حق لازماً فراہم کرنا چاہیے۔ کہنے کو تو یہ بات بہت اچھی اور یہ خیال بہت خوش کن

---

[1] خلافت فاروقیؓ کا مشہور واقعہ۔ ان کے صاحبزادے کی اس وضاحت کے بعد کہ میں نے اپنے حصّے کی چادر بھی اپنے والد کو دیدی تھی جس سے کہ دوسرے لوگوں کو ملنے والی چادر کے مقابلے ان کا بڑا کرتا تیار ہوسکا، لوگوں کو اطمینان ہوا۔ اس کے بعد مجمع سے آواز بلند ہوئی کہ خلیفۂ وقت اب آپ کہئے کیا کہتے ہیں۔ اب ہم آپ کی بات سنیں گے بھی اور آپ کی اطاعت بھی کریں گے۔ ابن جوزی م ۵۹۷ھ : سیرۃ عمر بن الخطابؓ اول حاکم دیمقراطی فی الاسلام/ ۱۰۲۔ الدار القومیۃ، مصر۔ بوڑھیا کے ٹوکنے کا واقعہ مہر سے متعلق ہے جس کے لیے خلیفۂ دومؓ ایک حد مقرر کرنی چاہتے تھے۔ تفصیل کے لیے۔ سیرۃ عمر بن الخطابؓ ص ۱۰۴، ۱۰۵ محولہ بالا۔

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے لیکن یہ اپنے ساتھ بہت سی دشواریاں اور بہت سارے سوالات رکھتا ہے جنھیں نظر انداز کرنا اور انھیں حل کیے بغیر آگے بڑھنا کم از کم آج کے ترقی یافتہ اور سائنٹفک سوچ کے حامل انسان کو زیب نہیں دیتا۔ ناواقفیت یا غلط فہمی اس کا جو بھی سبب ہو بہر حال یہ سوالات اپنا جواب چاہتے ہیں ۔ اس جواب کے نقطۂ آغاز کے طور پر اسلام کی واقعی حیثیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے ۔

اسلام کی واقعی حیثیت

اسلام جیسے بڑے اور دنیا کے وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے مذہب کے سلسلے میں ہر پڑھے لکھے آدمی سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس کی مبادیات اور اس کے اساسی نقطۂ نظر سے ضرور واقف ہوگا ۔ اسلام توحید کا مذہب ہے ۔ اس کے مطابق اس پوری کائنات اور انسان کو ایک اللہ نے پیدا کیا ہے ۔ انسان کو اس نے ایک خاص مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے ۔ جس کا حاصل یہ کہ وہ اپنی پوری زندگی میں ایک اللہ کا بندہ بن کر رہے اور اپنی فکر و عمل کے کسی دائرے میں اس کی مرضی سے باہر قدم نہ رکھے ۔ شرک و بت پرستی سے اس کا دامن کبھی آلودہ نہ ہو اور ہمہ آن وہ صرف ایک اور ایک اللہ بزرگ و برتر کے لیے یکسو رہے ۔ مزید یہ کہ یہ کائنات ازلی اور ابدی نہیں ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی مرضی سے عدم سے وجود میں لایا ہے ۔ اسی طرح ایک وقت آئے گا جب یہ کائنات ختم کر دی جائے گی اور اس کی جگہ ایک نئی دنیا آباد ہوگی ۔ وہاں سارے انسان اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے ۔ اور ہر ایک کو اپنے عمل کے مطابق اچھا یا برا بدلہ ملے گا ۔ نیک لوگوں کو ہمیشہ کی آرام کی زندگی جنت ملے گی اور برے لوگوں کو ہمیشہ کی تکلیف کا ٹھکانا جہنم نصیب ہوگا ۔ اللہ اپنا یہ پیغام اول دن سے اپنے بندوں کو دیتا رہا ۔ زمین پر پہلے انسان جو آدمؑ آئے تو پہلے انسان ہونے کے ساتھ ہی وہ پہلے نبی اور پہلے پیغمبر بھی تھے ۔ اپنی زندگی بھر وہ اپنی ذریت کو اللہ کے راستے

Marfat.com

پر چلنے کا طریقہ سکھاتے رہے۔ ان کے بعد اللہ نے انسانوں کو اپنی مرضی سکھانے کے مقصد سے نبوت اور رسالت کا مستقل سلسلہ جاری کر دیا۔ وہ ہر دور اور ہر زمانے اور ہر ہر مقام پر اپنے ان برگزیدہ بندوں کو بھیجتا رہا جن کی تعداد لاکھ سے زائد تک پہنچتی ہے اور جن کی منتخب جماعت کا تذکرہ اس کی آخری کتاب قرآن میں ہے[1] نبوت و رسالت کے اس سلسلے میں دین کی بنیادی اور اساسی تعلیمات میں تو کوئی فرق نہ تھا ہاں حالات کے تقاضے سے اس کے قانونی حصے میں، جس کا دوسرا نام شریعت ہے، جزوی اور فروعی تبدیلیاں کی جاتی رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا جن کے ذریعہ اللہ کے دین کے ساتھ اس کی شریعت بھی تکمیل کے آخری مرحلے کو پہنچ گئی جس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ہمیشہ کے لیے نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا اور توحید اور آخرت کے ساتھ اس حیثیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک معتبر دینداری کا لازمی جزو قرار پایا۔ ان سب کا خلاصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں لائی ہوئی کتاب۔ قرآن مجید۔ میں ہے، ختم نبوت کے ساتھ جس پر ایمان بھی رب کائنات کے نزدیک قابل قبول مذہبیت کی لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلامی اساسیات پر تنقید کے مضمرات

یہ ہے اسلام کی واقعی حیثیت۔ اس کی روشنی میں آزادیٔ فکر و نظر کے مذکورہ مطالبہ کے پس منظر میں اسلامی اساسیات پر تنقید کے مضمرات کو آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔ اس انداز سے اسلام پر تنقید کے جواز کا مطلب ہے کہ اس کے عقیدۂ توحید پر تنقید کی کھلی چھوٹ حاصل ہو۔ زندگی میں ایک خدا کی بندگی کے نظریے پر جرح کی جائے اور اسے تنقید و اعتراض کا ہدف بنایا جائے۔ خدا کا سرے سے انکار کر دیا جائے یا ایک خدا کی جگہ زندگی

---

[1] مسند احمد ۵/۲۶۵-۲۶۶۔ جس کے مطابق نبیوں کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ قرآن میں نام کی صراحت سے پچیس انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ہے۔

Marfat.com

میں بہت سے خداؤں کی پوجا و پرستش کی وکالت کی جائے۔ بلکہ اس کے لازمی نتیجے کے طور پر ورنہ کم از کم امکانی طور پر توحید کو غلط اور غیر فطری اور غیر سائنٹفک قرار دیا جائے اور اس کے بالمقابل شرک وبت پرستی کا بول بالا اور اس کی جے جے کار کی جائے۔ عقیدۂ آخرت کے حق میں قرآن نے جو دلائل دیے ہیں برسرِ عام ایک ایک کر کے ان کا رد کیا جائے اور مقامی اہمیت کی حامل ایک تقریر کے ذریعہ ہی نہیں پریس اور میڈیا کی قوت سے اس رد اور انکار کو دنیا کے ایک ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچا دیا جائے۔ اللہ کی آخری کتاب ہونے کی حیثیت سے قرآن کا انکار کیا جائے اور اپنے اس انکار کو سائنٹفک مان کر اس کے دلائل اور مقدمات کو پوری دنیا میں پھیلا دیا جائے اور اس طرح اپنی گمرہی کے ساتھ دنیا کے دوسرے بہت سارے سادہ لوح انسانوں کی گمراہی اور ان کے لیے ہمیشہ کی جہنم کی زندگی میں ڈھکیلنے کا سامان کیا جائے۔ اللہ کے آخری پیغمبر صادق و مصدوق حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو معرضِ بحث میں لایا جائے اور اپنی بدقسمتی سے ان کو اللہ کا آخری نبی نہ مان کر بالواسطہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ان کی دروغ گوئی اور غلط بیانی کا اعلان کیا جائے۔ جب اسلام کی اساسیات وکلیات پر بے قید و بے لگام تنقید کا حق حاصل ہو گیا تو اس کی شریعت کی جزئیات و فروعات پر تنقید و اعتراض کے حق کی جارحیت اپنے آپ واضح ہے۔ آئے دن شریعت کے کسی نہ کسی مسئلہ پر تنقید کا شوشہ چھوڑا جائے۔ جس کے نتیجے میں موجبِ نجات اللہ کی آخری شریعت دنیا کی نگاہوں میں بازیچۂ اطفال بلکہ تفریح اور مذاق کا موضوع بن کر رہ جائے۔

باطل ادیان، مذاہب اور الحادی افکار و نظریات پر اسلام کے حقِ تنقید و اعتراض کے پہلو بہ پہلو ان مذاہب و نظریات کے لیے بھی بالکل ایسے ہی مساوی انداز میں اور برابری کی سطح پر تنقید و اعتراض کا حق حاصل ہونے کے یہ بالکل فطری اور بدیہی مضمرات ہیں۔ بظاہر یہ بات چاہے اچھی لگے اور یہ خواہش بجا معلوم ہو لیکن اپنے

Marfat.com

نتیجے کے اعتبار سے یہ انسان کے لیے ہلاکت کا موجب ہے۔ یہ اس کے لیے سرتاسر گھاٹا ہے اور اس میں اس کا نقصان ہی نقصان ہے۔ دنیا سے ہٹ کر یہ اس کی آخرت کی تباہی کا سودا ہے۔ یہ اس کی ابدی زندگی کا خسارہ ہے جس سے بڑھ کر کسی دوسرے خسارے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ صحیح دوراندیشی کا تقاضا ہے کہ اپنے کو اس خسارے سے بچانے کا سامان کیا جائے۔ باطل مذاہب اور باطل افکار کو اسلام کی اساسیات و کلیات پر تنقید کا حق نہیں لیکن اسلام کو ادیانِ باطلہ اور افکارِ باطلہ پر ہر طرح سے تنقید کا حق حاصل ہے۔ اس کے بالکل بدیہی وجوہ ہیں۔ تھوڑے سے غور و فکر کے بعد ان وجوہ و اسباب کو بہت آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔

دیگر افکار و مذاہب پر اسلام کے حقِ تنقید کے وجوہ

اوپر کی گفتگو کی روشنی میں یہ نکتہ بہت حد تک صاف ہو جاتا ہے کہ کیوں اسلام کو دنیا کے دوسرے تمام مذاہب و افکار پر تنقید و اعتراض کا حق حاصل ہے البتہ ان مذاہب و افکار کو اسی طرح اسلام پر تنقید و اعتراض کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ جب روئے زمین پر خدائے بزرگ و برتر کا سند یافتہ، اس کا پسندیدہ مبنی برحق اور دنیا و آخرت کی فلاح کا موجب مذہب تنہا اسلام اور صرف اسلام ہے تو اس سے اپنے آپ یہ بات واضح ہو گئی کہ اسے انسانوں کے تحریف کردہ یا وضع کردہ بر سرِ باطل اور دنیا و آخرت کے خسران کے موجب دوسرے تمام افکار و مذاہب کو راہ راست پر لانے کا حق ملنا چاہیے۔ یہ اختیار صرف حق کو پہنچتا ہے کہ وہ باطل کو ٹوکے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ آنکھ والے ہی کے لیے یہ جائز ہو سکتا ہے کہ وہ بے آنکھ کو راستہ بتائے اور اسے کھڈ میں گر کر ہلاک ہونے سے بچائے۔ عدالت کے کٹہرے میں یہ حق صرف جج اور منصف ہی کو حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ مجرم کو ٹوکے اور اس کی سرزنش کرے۔ دیگر افکار

Marfat.com

ومذاہب کی نسبت سے یہی حیثیت اسلام کی ہے۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ اسلام کی طرح غیر اسلام کو بھی یہ حق ملنا چاہیے کہ وہ اس پر آزادانہ تنقید واعتراض کی بوچھاڑ کرسکیں، اسے دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ باطل کو یہ حق ہونا چاہیے کہ وہ 'حق' کو للکارے، اندھے کو یہ حق ملنا چاہیے کہ وہ آنکھ والے کو راستہ بتائے۔ سزا یافتہ اور مجرم کو حق ملنا چاہیے کہ وہ منصف اور جج کی سرزنش کرسکے۔ لیکن اگر سنجیدگی اور انصاف ان مثالوں میں اس الٹی گنگا کے بہنے کی اجازت نہیں دے سکتے تو اسلام کی نسبت سے غیر اسلام کو بھی اس کی اجازت ملنے کا کوئی جواز نہیں ہوسکتا۔

لیکن ابھی شاید یہ بات پوری طرح نہیں واضح ہوسکی۔ اس کو مزید کھولنا چاہیے۔ یہ بات کہ اسلام ہی کی طرح غیر اسلام کو بھی اس پر مساوی طور پر اور بالکل برابری کے درجے میں تنقید واعتراض کا حق ہونا چاہیے، یہ دعویٰ اس مفروضے پر مبنی یا اپنے آپ کو متلزم ہے کہ ادیان ومذہب اور سیکولر افکار ونظریات کی پھیلی ہوئی دنیا کا ایک رکن اور برابری کے درجے کا رکن 'اسلام' بھی ہے۔ پس جس طرح ایک مذہب دوسرے مذہب پر تنقید کرسکتا اور ایک نظریہ دوسرے نظریے کی کاٹ کرسکتا ہے، اسلام کے معاملے کو بھی اس سے مختلف نہ ہونا چاہیے۔ درحقیقت یہ دعویٰ اپنے اندرون میں ایک دوسرے دعوے کو چھپائے ہوئے ہے اور وہ یہ کہ سیکولر افکار ونظریات کی طرح مذہب (Religion) بھی انسان کے دائرۂ اختیار کی چیز ہے۔ وہ اپنے جی سے کوئی نیا مذہب ایجاد بھی کرسکتا ہے۔ اور کسی خدائی مذہب میں ترمیم وتحریف کرکے اسے ایک کا دس بنا سکتا ہے اور کسی انتہا کے بغیر جب تک یہ دنیا قائم ہے اس کا سلسلہ اسی طرح دراز رہ سکتا ہے۔ بدلے الفاظ میں یہ دعویٰ اس طرح بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ مذہب کے معاملے میں خدا بے بس ہے۔ اس کی خوشنودی کا کیا راستہ ہے اور دنیا میں وہ اپنے بندوں کو کس طریقے پر چلانا چاہتا ہے اس کا اختیار کلی خدا کو حاصل نہیں بلکہ بندے خود اس معاملے میں پوری طرح سے دخیل ہیں۔ وہ اس کی بندگی کے بتائے ہوئے طریقے

Marfat.com

میں ترمیم کر سکتے ہیں بلکہ حسب دلخواہ وہ اس کا بالکل نیا راستہ بھی تجویز کر سکتے ہیں۔ اس دعوے کا یہ نتیجہ اپنے آپ ظاہر ہے کہ اس کائنات کا خدا بے بس ہے۔ اس کی اپنی کوئی مرضی نہ اس کا کوئی اختیار ہے۔ الحادی افکار و نظریات کا معاملہ الگ ہے کہ جب ایک شخص خدا ہی کو نہ مانے تو اس سے متعلق کسی بھی چیز کے اس کی طرف سے انکار پر کوئی تعجب نہیں۔ لیکن تعدد مذاہب اور ان کے یکساں حق تنقید و اعتراض کے جواز کے قضیے کا لازمی تقاضا ہے کہ اس کائنات کا خدا آخری درجے کا مجبور اور لاچار ہے۔ اس لیے کہ مذاہب کے اندر اساسیات و کلیات کا جوہری اختلاف ہے۔ اسلام توحید کا مذہب ہے تو ہندو مذہب کے اندر ۳۳ کروڑ خداؤں کی خدائی ہے۔ یہودیت اور عیسائیت میں حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ٹھہرا لیا گیا ہے تو بدھ مت اور جین مت میں نفس خدا کا تصور ہی پردۂ خفا میں چلا گیا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اس خدا کی مجبوری و بے بسی لائق دید ہے جو ایک ہی وقت میں ان متضاد و متحارب تصورات کا مرکز اور خواہی نخواہی ان سب کو سہنے اور جھیلنے کو مجبور ہو۔ بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں پہنچی۔ مذہب کا معاملہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ اس کی بھی ایک منطق (Logic) ہے۔ اس کے سلسلے کا ایک غلط دعویٰ انسان کو سوالات کے گھیرے میں ڈال سکتا ہے۔ پس صحیح منطق کا تقاضا ہے کہ سیکولر افکار و نظریات کے ساتھ دیگر ادیان و مذاہب پر تنقید و اعتراض کا حق صرف مبنی برحق مذہب کو ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ حق چھین کر دوسروں کو دینے کا مطلب اپنے کو ان سوالات و اشکالات کے گھیرے میں ڈالنا ہے جن کا کوئی جواب اور حل کم از کم سنجیدگی اور انصاف کے لیے پیش کرنا مشکل ہے۔

الحادی افکار و نظریات پر تنقید کی وجہ

دیگر مذاہب پر تنقید کے وجوہ کی اگلی بحث تفصیلی ہے اس لیے پہلے اس بحث سے فارغ ہو جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ شرک و بت پرستی کی طرح الحاد

Marfat.com

اور انکارِ خدا کی روایت بھی اگرچہ اس دنیا میں بہت پرانی ہے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ اور اس کے صنعتی انقلاب کے ساتھ کارل مارکس کے فلسفۂ اشتراکیت اور اس کی بنیاد پر ایک وسیع و عریض مملکت کے قیام کے بعد ماضی قریب میں اس کی جو بہار آئی اس سے پہلے کی انسانی تاریخ میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ روس کے بکھراؤ اور اس ملک میں اشتراکیت کے زوال کے باوجود بھی اس سے وابستہ سرزمین میں غالباً اس کی الحاد و دہریت کی روایت میں بہت بڑی کمی نہیں آئی ہے۔ اسی طرح عیسائیت اور کلیسا سے بغاوت کے نتیجے میں یورپ کی نشاۃ ثانیہ سے ابھرنے والا معاشرہ دوسرے درجے میں آج الحادی افکار و نظریات کا گہوارہ ہے۔ تیسرے درجے میں انسانوں کی وہ جماعت ہے جو بین بین کے درجے میں ہے۔ جو کھلے طور پر ملحد اور منکرِ خدا بھی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ تعامل اور میل جول سے اسے خاص پرہیز بھی نہیں۔ بلکہ بسا اوقات مذہب کے مقابلے میں اس کے ذہن کا پلڑا الحاد اور انکارِ خدا کے حق میں زیادہ جھکا نظر آتا ہے۔ بظاہر اسے مذہب سے انکار بھی نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی اگر اس کے سامنے مذہب کا انکار کیا جائے تو اس پر اسے کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔ وقت آنے پر یہ بالکل مذہبی بن سکتا ہے اور ضرورت پڑنے پر ایسے ہی یہ اس کا چولا بے تکلف اتار سکتا ہے۔ انسانوں کی ایک قابلِ لحاظ تعداد بالخصوص سیاست کاری میں لگے اور اس سے دلچسپی رکھنے والوں کا آج یہی شیوہ ہے جن کا وہی حال ہے جیسا کہ کہا گیا ہے:

معشوق ما بشیوۂ ہر کس موافق است   با ما شراب کرد و بزاہد نماز کرد

بے لگام آزادیٔ فکر و نظر کی ترنگ میں آج کے اس طرح کے ملحد یا الحاد زدہ طبقے کی اگر یہ خواہش ہو کہ اپنے دائرے کے غیر الہامی اور غیر الٰہی افکار و نظریات کی طرح الہامی مذاہب بالخصوص اسلام پر بھی اسے اسی طرح اعتراض اور تنقید کا حق حاصل ہو جائے تو اسے مزاج کے فساد اور بگاڑ کے سوا دوسرا کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ یہ شکر (Sugar) کے مریض کا اصرار ہے کہ اس کے لیے میٹھا کھانے میں کیا حرج ہے۔

Marfat.com

شدید نزلے میں مبتلا شخص کی ضد ہے کہ اس کے لیے برف کا پانی پینے میں کیا رکاوٹ ہے۔ الحاد اور خدا کا انکار، شرک وبت پرستی سے بڑھ کر بیماری ہے۔ تحریف شدہ اور باطل مذاہب کے سلسلے میں کسی درجے میں اس کی اجازت بھی دے دی جائے کہ کوئی ملحد اور منکرِ خدا ان کے کسی قابلِ تنقید حصے پر اس کا نشتر چلا سکے لیکن اللہ تعالیٰ کے ایک ہی پسندیدہ اور موجب نجات مذہب اسلام، کی نسبت سے ہرگز ہرگز یہ بات قابلِ تصور نہیں ہوسکتی کہ الحاد اور انکارِ خدا کو اس پر حرف زنی کی اجازت دی جائے۔ اسلام کی جزئیات و فروعات کا معاملہ الگ ہے جن کے سلسلے میں فقہی آرار کا اختلاف اور ایک کے بجائے دوسری رائے کے انتخاب کی آزادی ہوتی ہے۔
ذمہ دار اسلامی انتظام اپنے غیر مسلم عوام میں ملحدین اور منکرین خدا کا بھی یہ حق تسلیم کرسکتا ہے کہ 'مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ' کے شریعتِ حقہ کے کلیہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جزوی و فروعی مسائل میں ایک کے بجائے دوسری رائے کے حق میں وہ اپنی رائے ظاہر کرسکیں اور ان کی یہ رائے تسلیم بھی کی جاسکتی ہے۔ ریاست کے عام نظم و انصرام سے متعلق وسیع دائرے میں بھی اپنے دیگر شہریوں کی طرح غیر مسلم عوام میں ان ملحدین اور منکرینِ خدا کی رایوں اور مشوروں سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔
لیکن اس سے آگے اس بدقسمت طبقۂ انسانیت کو یہ حق حاصل ہونا کہ وہ اسلام جیسے مستند و مسلّم اور خالقِ ارض و سماء کے نزدیک ایک ہی قابلِ قبول اور موجبِ نجات مذہب کی اساسیات و کلیات کو تنقید و اعتراض کا ہدف بنائے اور آج کے ذرائعِ ابلاغ کی بڑھی ہوئی طاقت سے اللہ کے دین کا خاکہ اڑائے اور اس کو پوری دنیا کے سامنے اضحوکہ بنا کر رکھ دے، ذہنی اور فکری وسیع القلبی اور کشادہ نظری کا اگر یہی مطلب ہے تو اسلام اور اہلِ اسلام پوری عاجزی اور انکساری سے اس خصوص میں اپنی معذرت پیش کرتے ہیں۔ انسان اگر اس دنیا میں بالکل آزاد اور خود مختار نہیں جیسا کہ اسلام کا اصرار ہے تو فکر و نظر کی آزادی کے سلسلے میں بھی اسے کچھ حدود کا پابند ہونا چاہیے۔ ہر فکر اور ہر خیال اور اسلام سمیت ہر مذ . .

Marfat.com

ہر عقیدے پر بے قید و بے لگام تنقید فکری آزادی نہیں فکری انار کی ہے۔ زندگی میں انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے کہ وہ کہیں نظرِ ثانی کے لیے بھی تیار ہو۔ الحادی افکار و نظریات کی اسلام کی اساسیات و کلیات پر تنقید کا خیال بھی ایک ایسا ہی غلط خیال ہے جس پر نظرِ ثانی کی شدید ضرورت ہے۔ ہر بات منوائی ہی نہیں جاتی، کچھ چیزیں مان بھی لی جاتی ہیں جس کی ضد ہر جگہ اسے اڑنے کے لیے مجبور کرے اسے خسارے اور نقصان سے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ معاملاتِ دنیا کے مقابلے مذہبیات میں یہ بات اس سے زیادہ صادق آتی ہے۔

دیگر مذاہب پر حقِ تنقید کے وجوہ

دیگر مذاہب پر اسلام کے حقِ تنقید کی وجوہ اور بھی صاف ہیں۔ اسلام کا دعویٰ ہے، جیسا کہ اس کی کسی قدر تفصیل گزری، کہ روئے زمین پر اللہ کا ایک ہی پسندیدہ اور قابلِ تقلید مذہب ہے۔ پہلے انسان اور پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت و رسالت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ آخری پیغمبر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں جن کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ اب رہتی دنیا تک جو کوئی اللہ کی مرضی معلوم کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے راستے پر دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے اپنے کو ہمکنار کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کے ہاتھوں اللہ کی بھیجی ہوئی آخری کتاب — قرآن — کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ اس سے پہلے اللہ کی طرف سے جتنی کتابیں بھی آئیں اس کتاب میں ان کی تمام باتیں مزید تکمیل اور توضیح کے ساتھ سامنے آگئی ہیں۔ جو کچھ چیزیں مزید رہ گئی تھیں ان کی تفہیم اور تبیین اس کے لانے والے اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے کرادی ہے جس کا دوسرا نام سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب کے بعد اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت قیامت تک کے لیے

Marfat.com

دنیا کے تمام انسانوں کی ہمہ جہتی رہنمائی کے لیے کفایت کرتی ہے۔ رہتی دنیا تک کے لیے تنہا یہی وہ ذریعہ ہے جس کے واسطے سے خالق ارض وسما کی مرضی معلوم کی جاسکتی اور اس کے بتائے طریقے پر چلنا ممکن ہوسکتا ہے۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آجانے کے بعد ان کی تعلیمات سے ہٹ کر جو شخص کسی دوسرے مذہب سے وابستگی اختیار کرے گا تو اسلام میں چونکہ عقیدے اور عمل کی کھلی آزادی ہے اور مذہب کے معاملے میں کسی قسم کی زبردستی اور دباؤ اس کے اصول کے خلاف ہے، اس لیے دوسرے مذہب سے وابستہ ہونے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی اجازت تو وہ ضرور دے گا۔ لیکن بہرحال اسلام کے مطابق اس کے علاوہ کسی غیر مذہب سے وابستگی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک ہرگز ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگی اور ایسا شخص روزِ محشر اللہ کے حضور جوابدہی اور اس کی پکڑ سے اپنے کو بچانے میں کسی صورت کامیاب نہ ہوسکے گا۔

اس تفصیل کی روشنی میں اسلام کے حقِ تنقید کے حوالے سے مذاہب کو دو خانوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک طرف وہ مذہب/مذاہب ہیں جو آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئے یا ہوں گے۔ دوسرے وہ مذاہب ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے ہیں اور جن سے تفصیلی یا ضمناً اور اشارۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں لائی ہوئی کتاب 'قرآن مجید' میں تعرض کیا گیا ہے۔ کتاب اللہ میں ایک ایک کرکے ان کے مقدمات کو رد کیا گیا ہے اور عند اللہ ان کی نامقبولیت اور نامطلوبیت کے اسباب کو پورے شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے۔

آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے مذہب/مذاہب پر تنقید

اس سلسلے میں جہاں تک آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے مذہب/مذاہب پر حقِ تنقید کی بات ہے تو اس کی وجہ بالکل واضح ہے۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اللہ کے آخری پیغمبر ہیں اور ان کے اوپر سلسلۂ رسالت ونبوت کو قیامت تک کے لیے تمام کر دیا گیا ہے۔ رب کائنات جو انسانوں کو اپنی مرضی بتانا چاہتا جس کے مطابق زندگی گزار کر وہ دنیا و آخرت میں اپنی سرخروئی کا سامان کرسکیں، اس کا سلسلہ اس نے آخری طور پر اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام کر دیا۔ اب اس مقصد سے رہتی دنیا تک کے لیے تمام انسانوں کے آپؐ اکیلے رہنما ہیں اور جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطہ سے اللہ رب العالمین کی مرضی اور ان کی پسند و ناپسند کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس ضرورت سے جو کوئی آپؐ کے بعد کوئی دوسرا دروازہ کھٹکھٹائے گا، اللہ کی نظروں میں اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور حساب کے دن اسے آخرت کی ابدی زندگی کی ناکامی کا خسارہ مول لینے کے سوا دوسرا چارہ نہ ہوگا۔ اسلام کے اس دعوے کو بلاشبہ متعلق افراد کو جانچنے اور پرکھنے کا اختیار ہے۔ وہ اس کی ایک ایک دفعہ کا جائزہ لیں اور اس پر اپنا اطمینان حاصل کریں جس کی تفصیلات اپنے مقام پر دیکھی جاسکتی ہیں[1]۔ لیکن اس دعوے کے جو لازمی نتائج ہیں ان کو ماننے اور تسلیم کیے بغیر دوسرا مفر نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے کیوں آخری ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیوں نبوت و رسالت کے سلسلے کو تمام کیا گیا؟ صرف قرآن ہی کیوں اللہ کی برحق کتاب ہے اور مذاہب کی دوسری کتابوں کے مقابلے میں آخرت کی نجات کے لیے اب صرف اسی کتاب کو کیوں ماننا ضروری ہے۔ اللہ کی آخری کتاب نے ان تمام سوالات اور اس سے متعلق تمام تر اشکالات کا کافی اور شافی جواب فراہم کیا ہے۔ متعلق افرادِ مذہب/مذاہب کا حق ہے کہ وہ اس کی تفصیلات کو اس کے ماخذ سے سمجھیں اور ان کے سلسلے میں اپنے شرح صدر کا سامان کریں۔ لیکن اس دعوے کا یہ نتیجہ بالکل منطقی اور بدیہی ہے کہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ سے انتساب رکھنے والا کوئی اور اس کی کوئی کتاب اسلام کے نقطۂ نظر سے قابلِ قبول اور ——

[1] "وحدت ادیان کا نظریہ اور اسلام" محولہ بالا کے باب دوم کے مباحث، بالخصوص ختم نبوت اور حجیت قرآن

Marfat.com

موجبِ نجات نہیں ہو سکتی ۔ سکھ مت جیسے مذہب / مذاہب اور اس کی کتاب / کتابوں میں بہت سی اچھی اور کام کی باتیں ہو سکتی ہیں، لیکن مسئلہ زیرِ بحث کے پس منظر میں ان کا کوئی اعتبار نہیں ۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے بعد ہر مدّعی مذہب کا دعویٰ غلط اور اس کی کتاب، الٰہی انتساب سے محروم ہے ۔ اور زیرِ نظر گفتگو کے سیاق میں ان کا کوئی وزن اور کوئی استناد نہیں ۔

آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مذاہب پر تنقید کے وجوہ

آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے مذاہب پر اسلام کے حقِ تنقید کے وجوہ اور بھی واضح ہیں ۔ پچھلی گفتگو میں یہ نکتہ ایک سے زائد بار آچکا ہے کہ اسلام کے فلسفۂ مذہب کے مطابق ایک خدا کی پیدا کردہ دنیا میں تعدّد مذاہب کے لیے کوئی وجہِ جواز نہیں ۔ معمولی انسان اپنے زیردستوں کی نسبت سے تنہا اپنی وفاداری اور اپنی بے آمیز اطاعت کو لازم خیال کرتا ہے اور اس وفاداری اور اطاعت شعاری میں کسی غیر کی شرکت اسے ہرگز ہرگز گوارا نہیں ہوتی ۔ پھر اس عظیم کائنات کے بزرگ ترین و برتر ترین خدا کی نسبت سے یہ بات کیونکر قابلِ تصور ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی رضا و خوشنودی کے متنوّع و مختلف ہی نہیں، متضاد اور مختلف الجہات طریقوں اور راستوں پر پوری طرح راضی اور مطمئن ہو اور اس پر اس کو کسی قسم کی ناگواری اور ناراضگی نہ ہو ۔ اسلام کا نظریہ اس کے برعکس اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے لیے وحدتِ دین اور وحدتِ مذہب کا ہے ۔ ہمیشہ سے اسے اپنی بندگی کا ایک ہی طریقہ پسند ہے اور اسی طریقہ کو ہر دور میں اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ دنیا کے انسانوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا ہے ۔ اس کے لحاظ سے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کے لائے ہوئے دین ۔ اسلام ۔ کے علاوہ مذہبیت و دینداری کے جو طریقے رائج تھے وہ اللہ تعالیٰ کے پسند کردہ نہ تھے ۔ اگر یہ انسانوں کے ایجاد کردہ تھے تو ان کے سلسلے میں اللہ کی ناپسندیدگی کی وجہ بالکل واضح ہے اور اگر وہ ابتداءً اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے تو بعد میں

Marfat.com

ان کے غلط کار پیروؤں نے ان میں تبدیلی اور تحریف کر کے اسلام سے الگ ان کو مستقل بالذات مذاہب کا نام دے لیا تھا۔ ورنہ فی الحقیقت وہ اسلام کی سنہری زنجیر ہی کی مختلف کڑیاں تھے جو اگر اپنی اصلی حالت پر باقی رہتے تو اسلام سے ان کا کوئی ٹکراؤ نہ ہوتا۔ بلکہ اپنی آخری مکمل اور جامع شکل میں اس کی آمد پیش رو کڑیوں کے لیے خوشی و مسرت اور تسلی واطمینان کا موجب ہوتی۔ اس پس منظر میں اللہ کی آخری کتاب۔ قرآن۔ نے عرب کی مخاطب قوم کی رعایت سے یہودیت، نصرانیت اور شرک و بت پرستی کے طریقے کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اور ان پر اپنے حقِ تنقید کی وجوہ بیان کی ہیں۔ مذاہب کی پھیلی ہوئی دنیا کے دیگر افراد کو انہی پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور انہی کی بنیاد پر ان کے معاملے کا بھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

یہودیت اور نصرانیت پر تنقید

قرآن مجید کی ابتدائی دو طویل سورتوں بقرہ اور آل عمران کا خاص طور پر یہی مضمون ہے کہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسلام کے آجانے کے بعد کیوں اللہ کی مطلوبہ بندگی اور اس کی پسندیدہ مذہبیت کی حیثیت سے اب یہودیت اور نصرانیت کا طریقہ قابلِ قبول نہیں؟ یہ دونوں مذہب جو انسان کی راہ یابی اور اس کی جنت میں داخلہ کے لیے اپنی اپنی پیروی کو لازمی قرار دیتے ہیں، ان کا یہ دعویٰ کیوں صحیح نہیں؟ اور کیوں اب ان دونوں چیزوں کا حصول اسلام کی بے لاگ اور مخلصانہ پیروی ہی میں مضمر ہے؟ اللہ کے دو جلیل القدر اور قرآن کے مطابق اولوالعزم[1] پیغمبروں حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی تعلیمات کو چھوڑ کر اور ان کی لائی ہوئی کتابوں تورات اور انجیل کے طریقے سے انحراف کر کے اہل کتاب یہود و نصاریٰ گمراہی اور برائی کے جس دلدل میں دھنس گئے تھے اور

---

[1] احقاف: ۳۵، اس فہرست کے دیگر ارکان ہیں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

اپنی کھوکھلی دینداری اور مذہب پرستی کے دعووں کے باوجود جو بدکاریاں اور بداعمالیاں ان کو چھوت کی بیماری کی طرح لگ گئی تھیں، جوان کی قومی پہچان اوران کی حیاتِ اجتماعی کا لازمی حصہ بن گئی تھیں، قرآن میں ایک ایک کرکے ان کی تفصیلات تو بیان ہی کی گئی ہیں، موجودہ تورات اور انجیل میں بھی جابجا اس کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی انجیلوں میں حضرت مسیحؑ نے خود اس قوم کی نام نہاد دینداری اوراس کی زرپرستی اور دنیاداری کا ماتم کیا ہے[1] اور عہد نامۂ قدیم کی ایک سے زائد کتابوں میں دیگر انبیاء بنی اسرائیل کی زبانی اس قوم کی کج روی و کج فکری اور فکروعمل کی گمراہیوں کو ایک ایک کرکے سامنے لایا گیا ہے[2] خود آخری کتابِ الٰہی میں اس مذہبی جماعت کی دنیا پرستی، اس کی سرکشی اور گناہ پسندی، حرام خوری، اللہ کی نافرمانی، برائیوں سے سمجھوتہ، جھوٹ سے دلچسپی، سودخواری، قتل وخوں ریزی اور امانت میں خیانت وغیرہ[3] کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں وہ اعتقادی اور عملی ہر دو پہلو سے اس کے کھوکھلے پن اور مذہبی نااعتباری کے اظہار کے لیے کافی ہیں۔ لیکن اللہ کے آخری دین اوراس کی آخری کتاب جن وجوہ سے یہودیت اور نصرانیت کی نااعتباری اور ان پر اپنے حقِ تنقید کا جواز پیش کرتے ہیں وہ اس سے بہت سخت ہیں اور مسئلۂ زیرِبحث کے سلسلے میں وہی خاص توجہ اور خاص غور کی طالب ہیں۔ بے لاگ انصاف پسندی سے ان پر سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس کے بعد ان مذاہب کو اللہ کے معتبر اوراس کی بارگاہ میں قابلِ قبول مذہب کی حیثیت سے تسلیم کرلینے کے لیے تیار نہیں ہوسکتا۔

---

[1] تفصیل کے لیے عہد نامۂ جدید کی کتابیں: متی، مرقس اور لوقا وغیرہ۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہدنامہ، بائبل سوسائٹی بنگلور ۱۹۸۵ء

[2] یسعیاہ، یرمیاہ، نوحہ، حزقی ایل، دانی ایل، ہوسیع، صفنیاہ اور ملاکی وغیرہ۔ عہد نامہ قدیم کی دیگر کتب، محولہ بالا۔

[3] اس تفصیل کے لیے بالخصوص قرآن کی سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء اور مائدہ کی آیات۔

Marfat.com

۱۔ الگ مذہب ہونے کا انکار

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ کہ حضرت آدمؑ و حضرت نوحؑ سے شروع ہو کر اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہونے والے ہمیشہ سے اللہ کے ایک ہی معتبر اور قابلِ تسلیم دین۔ اسلام۔ سے ہٹ کر ابتداء حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے منسوب ان مذاہب کو 'اسلام' سے الگ جو علیحدہ اور مستقل بالذات مذاہب کی حیثیت دے دی گئی، اللہ کے آخری دین۔ اسلام۔ اور اس کی کتاب۔ قرآن۔ کو ان کی یہ حیثیت ہرگز ہرگز تسلیم نہیں۔ اسلام اور قرآن کے مطابق اسلام سے ہٹ کر یہودیت اور عیسائیت کوئی الگ مذہب نہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب اور کسی دوسرے طریقۂ بندگی کی تعلیم نہیں دی جسے یہودیت اور عیسائیت کے نام سے علیحدہ مذاہب کی صورت دی جا سکے۔ اللہ کا "دین" اپنی اصول و کلیات اور بنیادی تعلیمات کے لحاظ سے حضرت آدمؑ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ ان کے درمیان اگر کوئی اختلاف رہا ہے تو عبادت کے طور طریقوں اور احکام کی تفصیلات کا رہا ہے، جسے اصطلاح میں "شریعت" کے نام سے جانا جاتا ہے[1] شریعتوں کا یہ اختلاف صرف حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی تعلیمات اور ان کی لائی ہوئی کتابوں ہی میں نہیں، درجے اور مقدار کے فرق سے یہ اختلاف ان سے پہلے کے تمام نبیوں کی تعلیمات اور ان کی کتابوں میں موجود رہا ہے پس اگر ان سے پہلے کے اللہ کے برگزیدہ رسولوں، حضرت ادریس، حضرت نوح حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام کے یہاں جزئیات و

---

[1] ہماری کتابیں 'مذہب کا اسلامی تصور' باب دوم کی بحث 'وحدتِ دین۔ دعوت انبیاءؑ کا اہم ترین نکتہ۔ نیز 'وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسلام' باب دوم بحث "وحدتِ ادیان نہیں، وحدتِ دین"۔

Marfat.com

فروعات کے لازمی فرق سے ان کے پیروکاروں کے لیے 'ادریسیت' 'نوحیت' 'صالحیت' اور 'شعیبیت' جیسے ناموں سے الگ مذاہب بتانے کی اجازت نہیں دی گئی تو صرف پیروانِ موسیٰؑ وعیسیٰؑ ہی کا کیا خصوص ہے جو جزئیات وفروعات کے اسی فرق سے ان کے لیے 'یہودیت' اور 'نصرانیت' کے نام سے اسلام سے الگ مستقل بالذات مذاہب بنا لینے کی اجازت حاصل ہو۔ پس پیروانِ موسیٰؑ وعیسیٰؑ نے اگر یہ کام کیا تو انھوں نے محض اپنی پسند اور اپنی شرارت سے ایسا کیا۔ اللہ کی مرضی اور اس کی پسند کا اس میں کوئی دخل اور کوئی لحاظ نہ تھا۔ اللہ کی مرضی اور اس کی پسند کا اگر اس میں کوئی دخل ہوتا تو یہودیت ونصرانیت میں شرک وکفر کی آمیزش نہ ہوتی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے، جبکہ اللہ کے دین اور شرک وکفر میں اگر کوئی تعلق ہے تو وہ صرف 'منافاۃ' کا تعلق ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک کے اعتراف سے دوسرے کی نفی لازم آتی ہے۔

اللہ کے تمام پیغمبروں کے اپنے امتیازات اور ان کی بزرگی اور برتری کے الگ اسباب ہیں، کتاب اللہ میں خود اس کی صراحت ہے[1] لیکن قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فہرستِ انبیاء میں حضرت نوحؑ کے بعد سیدنا ابراہیمؑ کی دوسری شخصیت ہے جس کے ذریعہ اللہ کے دین کی ایک خاص شان سے تجدید ہوئی اور روئے زمین پر توحید کا آوازہ مخصوص آہنگ سے بلند ہوا۔ سیدنا ابراہیمؑ کی شخصیت قرآن کے تینوں مخاطبین، اہل کتاب یہود ونصاریٰ اور مشرکین عرب کے یہاں یکساں طور پر مسلم تھی۔ اہل کتاب یہود ونصاریٰ اگر حضرت ابراہیمؑ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت اسحاقؑ کی اولاد سے تھے اور مشرکین مکہ، قریش کا تعلق حضرت ابراہیمؑ کے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ کے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اور یہ ان کی آل اولاد تھے۔ سیدنا ابراہیمؑ کے

---

[1] بقرہ: ۲۵۳۔ نساء: ۱۶۳-۱۶۴۔

Marfat.com

حوالہ سے قریش مکہ کی شرک وبت پرستی کی تردید کا ذکر آگے آتا ہے، یہودیت و نصرانیت کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں آنے والے 'اسلام' سے الگ مذہب ہونے کی تردید بھی قرآن نے انہی کے حوالہ سے کہی ہے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ	اور وہ (یہود ونصاریٰ) کہتے ہیں
نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ قُلْ بَلْ مِلَّةَ	کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تبھی تم راہ یاب
اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ	ہو گے۔ (اے نبی) کہیئے کہ اختیار کرنے
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○	کی چیز ابراہیمؑ کا ہی طریقہ ہے اور وہ
(بقرہ: ۱۳۵)	شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔

اس آیتِ کریمہ میں اس بات کی تردید ہے کہ راہ یاب اور اللہ کا منظورِ نظر ہونے کے لیے یہودیت اور عیسائیت کے طریقے کی پیروی کفایت کرتی ہے۔ اس کے بجائے معتبر راہ یابی اور اللہ کی منظور نظری کا طریقہ یہ بتایا گیا کہ انسان دینِ ابراہیمی اور طریقۂ ابراہیمی کی مخلصانہ پیروی اختیار کرے جو پوری طرح اللہ کے لیے یکسو تھے اور جن کا شرک وبت پرستی سے دُور دُور تک کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس آیت میں یہ جو کہا گیا ہے کہ راہ یابی کے لیے یہودیت ونصرانیت کی پیروی کفایت کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں نرمی ہے اور کسی دوسرے طریقے کی پیروی سے بھی یہ راہ یابی حاصل ہو سکتی ہے۔ نہیں بلکہ اس میں حصر ہے یعنی کہ اللہ کے نزدیک معتبر راہ یابی کا حصول صرف یہودیت اور نصرانیت کی پیروی سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ کسی دوسرے طریقے کی پیروی سے اس کا حصول ممکن نہیں۔ اس لیے کہ اس سے پہلے قرآن نے اہل کتاب کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ آخرت کی زندگی میں جنت کا داخلہ کسی یہودی اور نصرانی کو ہی مل سکے گا۔ کسی غیر کو یہ دولت نصیب نہ ہو گی۔ گو کہ آیت بالا کی طرح کتاب اللہ نے برسر موقع ان کے اس خیال کی بھی تردید کی ہے۔ اس کو بالکل بے دلیل دعویٰ قرار دیا ہے اور یہودیت ونصرانیت کے بجائے رب کے حضور کامیابی

Marfat.com

کے لیے اس کی بے لاگ اطاعت کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آجانے کے بعد جس کی عملی صورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی لاہوتی کتاب پر ایمان اور اس کے تقاضوں کی مخلصانہ ادائیگی کے سوا دوسرا نہیں:

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(البقرہ: ۱۱۱ - ۱۱۲)

اور وہ (یہود و نصاریٰ) کہتے ہیں کہ جنت میں تو بس وہی جائے گا جو یہودی یا نصرانی ہوگا۔ یہ محض ان کی من چاہی باتیں ہیں۔ (اے نبی) کہئے کہ تم اپنی دلیل لاؤ اگر تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو۔ بات دوسری ہے اور وہ یہ کہ جو اپنے کو اللہ کے سپرد کر دے گا اور وہ مقرب کار ہوگا تو اسے اپنے رب کے پاس اپنے کیے کا بدلہ ملے گا اور ایسے لوگوں پر ذرا ڈر ہوگا اور نہ یہ معمولی سے معمولی طور پر غمگین ہوں گے۔

یہ اور اس سے پچھلی آیت کے ظاہرِ الفاظ سے ایک بات یہ سمجھی جا سکتی ہے کہ 'راہ یابی' اور 'جنت میں داخلے' کے معاملے میں یہود و نصاریٰ آپس میں کشادہ دل اور کشادہ ظرف تھے اور کسی تحفظ اور کسی تردد کے بغیر دونوں ایک دوسرے کے لیے اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے۔ یہود نصاریٰ کو برسرِ حق اور ان کو جنت کا حق دار مانتے تھے، ایسے نصاریٰ یہود کی نسبت سے اس کے قائل تھے۔ اور کسی تیسرے شخص کے سلسلے میں ان کے یہاں اس کی پوری گنجائش اور فراخی تھی کہ یہودیت اور نصرانیت میں جس طریقے کو وہ چاہے تسلیم کر لے، راہ یابی اور جنت کی ضمانت اس کو یکساں طور پر حاصل ہوگی۔ فی الحقیقت یہ بات نہیں تھی۔ ایسا محض وہ مسلمانوں کی ضد میں کہتے تھے۔ پیروانِ محمدؐ چونکہ ان دونوں کے مشترکہ دشمن

Marfat.com

تھے اس لیے ان کے مقابلے میں یہ اس آپسی ظاہر داری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ورنہ سچائی یہ تھی کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے اور دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور ان کے جانی دشمن تھے۔ یہ صورت اس کے باوجود تھی کہ یہود و نصاریٰ دونوں دن رات تورات اور انجیل کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ جن کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں تھا۔ جس طرح حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کے مشن کی تکمیل کے لیے آئے تھے، انجیل کے ذریعہ ایسے ہی تورات کا توازن قائم ہوتا تھا۔ لیکن اس سے ہٹ کر اپنے سے پہلی گمراہ قوموں کی پیروی میں آپس کی ضد اور دشمنی سے جیسا کہ وہ ایک دوسرے کو بے دین اور گمراہ کہتی تھیں، یہود و نصاریٰ بھی ایک دوسرے کی نسبت سے اسی روش پر عمل پیرا تھے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (البقرہ: ۱۱۳)	اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ راستے سے ہٹے ہوئے ہیں اور نصاریٰ کا کہتے ہیں کہ یہود راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں ہی کے دونوں اپنی اپنی کتابوں (تورات و انجیل) کی تلاوت کرتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ ان لوگوں کا کہنا تھا جو ان سے پہلے سمجھ نہیں رکھتے تھے۔ تو اللہ ان سب کے درمیان فیصلہ کرے گا قیامت کے دن ان تمام چیزوں کے معاملے میں جن کے سلسلے میں یہ ایک دوسرے سے جھگڑا کرتے تھے۔

یہ بات کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے اسلام سے الگ یہودیت اور نصرانیت کو مستقل مذاہب کی شکل دے دی تھی اور ان کی اس حیثیت پر ان کو کس قدر

Marfat.com

یقین کامل تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب سے تو ایک انچ ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ مسلمانوں کے سلسلے میں البتہ ان کا ایڑی چوٹی کا زور تھا کہ وہ ان کے مذہب میں آجائیں جس کے بعد ان کے ساتھ ان کے انتہائی خوشگوار تعلقات قائم ہوجائیں اور تمام طرح کی دوریاں اور فاصلے بالکل مٹ جائیں۔ لیکن ظاہر ہے قرآن کے روکھے جواب میں ان کے لیے اس کا کوئی آسرا نہیں ہوسکتا تھا:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ	اور (اے نبیؐ) یہود و نصاریٰ
الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى	آپ سے خوش نہیں ہوسکتے یہاں
حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ	تک کہ آپ ان کے طریقے کی پیروی
اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى	اختیار کرلیں۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ کی
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ	دکھائی ہوئی راہ ہی اصل راہ ہے اور
الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ	اگر صحیح جان کاری اپنے پاس آجانے
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ	کے بعد بھی آپ ان کی خواہشات
وَّلَا نَصِيْرٍ ؁	کی پیروی کریں تو اللہ کے روبرو کوئی
(البقرہ: ۱۲۰)	دوسرا آپ کا کارساز اور مددگار نہ ہوگا۔

قرآن کے معروف اسلوب سے اس طرح کے مواقع پر بظاہر تو روئے خطاب نبیؐ کی طرف ہوتا ہے لیکن اصل زجر و توبیخ متعلق مخاطبین کے لیے ہوتی ہے کہ انھیں مایوس ہوجانا چاہیے اور پیغمبرؐ اور ان کے فداکاروں کی طرف سے انھیں کسی نرمی اور لچک کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

قرآن نے اس کے برعکس اپنے پیروکاروں کے حوالے سے ایمان اور نجات کا راستہ بنایا۔ جس کا حاصل تھا کہ نجی مفادات و خواہشات، ذاتی رنجشوں اور عداوتوں اور قومی اور گروہی عصبیتوں کے دام میں گرفتار ہوکر اللہ کے فرستادہ پیغمبروں کو یرغمال بنانا صحیح نہیں۔ کوئی صرف حضرت موسیٰؑ کو پکڑ کر بیٹھ جائے اور کوئی حضرت

Marfat.com

عیسیٰؑ اور ان کے نام پر اللہ کے صحیح دین سے ہٹ کر الگ مذہب کی تشکیل کرلے اللہ کا پسندیدہ راستہ ہے کہ کسی تحفظ اور تردد اور کسی تفریق اور تقسیم کے بغیر اس کے تمام رسولوں پر ایمان لایا جائے۔ اہلِ کتاب بھی اگر اسی طرح ایمان لائیں جیسا کہ پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، تبھی وہ سچے معنوں میں راہ یاب ہو سکتے ہیں اور دوسرے تمام رنگوں کو چھوڑ کر اسی رنگ میں رنگنے سے آدمی اللہ کے رنگ میں رنگ جانے کا دعویٰ کر سکتا ہے:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ	(مسلمانو!) کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ
اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ	پر اور اس (کتاب، تعلیم) پر جو ہم تک
اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ	آتاری گئی اور اس سب پر جو آتاری
وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَ	گئی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولادِ
الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی	یعقوب پر اور اس سب پر جو دی گئی موسیٰ اور
وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ	عیسیٰ کو اور ان سب پر جو دی گئیں تمام دوسرے
مِنْ رَّبِّھِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ	نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے۔ ہم ان
اَحَدٍ مِّنْھُمْ ۖ وَنَحْنُ	میں سے کسی کے درمیان امتیاز نہیں برتتے
لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ اٰمَنُوْا	اور ہم ایک اللہ کے مطیع فرمان ہیں۔
بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ	تو اگر یہ (یہود و نصاریٰ) اس طرح
اھْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا	ایمان لانا منظور کرتے ہیں جس طرح
فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ	تم ایمان لائے ہو تب تو یہ راہ یاب
فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ ۚ وَھُوَ	ہیں۔ لیکن اگر یہ اس سے منہ موڑتے
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ صِبْغَۃَ	ہیں تو (معلوم ہونا چاہیے کہ) یہ محض
اللّٰہِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ	آپسی جھگڑے کا شکار ہیں۔ تو تمہاری
مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ۡ وَّ	سے اللہ ان سے نبٹ لے گا اور وہ بڑا
نَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ ۝	سننے والا، جاننے والا ہے۔ اللہ کا رنگ

Marfat.com

(البقرہ: ۱۳۶-۱۳۸) اختیار کرنا چاہیے اور اللہ سے بڑھ کر دوسرے کس کا رنگ اچھا ہو سکتا ہے اور ہم بس اسی کے سامنے سر ٹیکنے والے اور اسی کے کہے پر چلنے والے ہیں۔

اس طریقے سے ہٹ کر خانوادۂ براہیمی کو یہودی اور نصرانی ثابت کرنے کا مطلب دوسرے لفظوں میں پیروان محمدؐ سے اللہ کے معاملے میں جھگڑا کرنا ہے۔ اس لیے کہ یہودیت اور عیسائیت، جیسا کہ معلوم ہے اور جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ شرک اور کفر آلود ہو گئی تھی۔ اس صورت میں ان کی صحت کا قائل ہونا اور ان کو خانوادۂ براہیمی کا مسلک بتانا دوسرے لفظوں میں یہ معنی رکھتا ہے کہ شرک و کفر کو اللہ کی سند حاصل ہو جائے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اسی سے یہ بات نکلتی ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا اس کا دعویٰ بالکل من گھڑت دعویٰ ہے جس کا حقیقت اور سچائی سے کوئی تعلق نہیں۔ خود اہل کتاب اس سے واقف ہیں اور انھوں نے محض اپنی ضد سے اپنے ہاں کی اس گواہی کو چھپا رکھا ہے۔

چنانچہ آگے فرمایا:

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ

(اے نبی) کہئے کیا تم (اہل کتاب یہود و نصاریٰ) ہم سے اللہ کے معاملے میں بحث کرنا چاہتے ہو جبکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور ہمارے لیے ہمارا کیا کام آئے گا اور تمہارے لیے تمہارا کیا کام آئے گا اور ہم صرف اسی کے لیے یکسو ہیں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب

Marfat.com

ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ
شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

یہودی یا نصرانی تھے۔ (اے نبی) کہئے
کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور اس سے
بڑھ کر بے انصاف اور کون ہو سکتا ہے
جو اپنے پاس کی اللہ کی کسی گواہی کو
چھپائے اور اللہ اس سے بے خبر نہیں
ہے جو کارستانی تم انجام دیتے ہو۔

(البقرہ: ۱۳۹-۱۴۰)

یہ بات کہ خانوادہ ابراہیمی کا طریقہ یہودیت اور نصرانیت کا نہیں تھا۔ اس کے بجائے ان کی بے لاگ تعلیم اسلام، توحید اور ایک اللہ کی خالص بندگی تھی جس کی دعوت اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر اٹھے ہیں، اس کی تفصیل اس سے پہلے کی اسی سورہ کی آیات میں ہے جو درج ذیل ہیں۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ
اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ
نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ
فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى
الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ
وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ
شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ

اور ابراہیم کے طریقے سے وہی روگردانی
کر سکتا ہے جس نے اپنے تئیں نادانی کا
فیصلہ کر رکھا ہو۔ دریں حالیکہ ہم نے
دنیا میں اس کو برگزیدہ قرار دیا اور آخرت
میں وہ نیکوکاروں کے زمرے میں
ہوگا۔ وہ وقت یاد کرنے کا جب کہ اس
کے رب نے اس سے کہا کہ تم مطیع
فرمان ہو جاؤ تو اس نے کہا کہ میں دنیا
جہاں کے رب کا مطیع فرمان ہو گیا۔
اور اسی بات کی تاکید ابراہیم نے اپنے
بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی۔ اے میرے
بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے دین کے
اسی راستے کو منتخب کر لیا ہے تو تمہیں تو

Marfat.com

الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○

(البقرہ: ۱۳۰-۱۳۲)

جو آئے تو اسی حال میں آئے کہ تم اطاعت و فرماں برداری کے اس عہد کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہو۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے معلوم کیا کہ میرے بعد تم کس کی بندگی کرو گے۔ انھوں نے کہا ہم تیرے خدا اور تیرے آباء واجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے خدا کی بندگی کریں گے جو ایک ہی خدا ہے اور ہم اس کے پوری طرح مطیع فرمان ہیں۔

آخر میں اہل کتاب کے لیے تنبیہ ہے کہ تمہارے پچھلوں کا جو عمل ہو وہ ان کے ساتھ رہے گا۔ لیکن آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آجانے کے بعد تمہارے لیے سنبھلنے کا موقع ہے۔ پچھلوں سے بازپرس ان کے کیے کی ہوگی، تم اپنا نامۂ اعمال اب سے درست کر لو تو ان کی جوابدہی تم پر عائد نہ ہوگی۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ [1]

(بقرہ: ۱۳۴)

یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی۔ اس کے کام وہ آئے گا جو اس نے کمایا اور تمہارے کام وہ آئے گا جس کی تم کمائی کرو گے اور تم سے اس کی بابت بازپرس نہیں ہوگی جو وہ کرتے رہے تھے

یہ ایک وجہ ہے جس کے باعث اسلام کا یہودیت اور نصرانیت پر تنقید کا

---

[1] یہی تنبیہ آگے بقرہ: ۱۴۱ میں انہی الفاظ میں ہے۔

Marfat.com

حق قائم ہوتا ہے۔ آگے آنے والی اس کی دوسری وجوہ کا اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ اعتقادی گمراہیاں

دوسری وجہ جس سے اسلام کا یہودیت اور نصرانیت پر تنقید اور اصلاح کا حق قائم ہوتا ہے وہ یہود و نصاریٰ کی اعتقادی گمراہیاں ہیں۔ خیال رہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عملی خرابیاں ایک پر ایک ہیں۔ ان کے ہاتھ اپنے انبیاء اور صلحاء کے قتل سے رنگین ہیں[1] جس سے بڑھ کر کسی صاحبِ کتاب قوم کی دوسری محرومی اور بدنصیبی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس بحث میں ہم اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کی صرف ان برائیوں اور ان خرابیوں سے تعرض کر رہے ہیں جن میں آلودہ ہو کر کسی مذہبی جماعت کا بالکل ہیولیٰ ہی تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی شبیہ ہی بالکل مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ عملی خرابیاں تو مسلمانوں کے اندر بھی ہیں اور رہی ہیں لیکن یہ امت کے ایک حصے کی عمل کی ہی خرابیاں ہیں۔ لیکن جہاں تک اس امت کی اصولی اور اعتقادی استقامت کا سوال ہے اول دن سے آج تک اس میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا ہے۔ قرآن نے اس کو 'خیر امت' کہا ہے اور اس کے لانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں جو بشارت دی ہے کہ اس کا ایک قابلِ لحاظ حصہ قیامت تک فکر و عمل کے جادۂ مستقیم پر استوار رہے گا۔ تو اس کی یہ خیریت اور اس کے حق میں اس کے پیغمبرؐ کی اس بشارت کو آج ہر جگہ اور ہر سطح پر سر کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ افراد

---

[1] بنی اسرائیل کے قتلِ انبیاء و صلحاء کا ذکر مطلق ہے۔ (بقرہ: ۸۷، آل عمران: ۲۱، و دیگر) ان کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا اپنا خود کا دعویٰ ہے۔ (نساء: ۱۵۷) جبکہ قرآن کے ذکر کردہ پیغمبروں میں حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کا ان کا قتل کرنا معلوم و معروف ہے (تفسیر الجلالین/۱۸، بیروت ۱۴۰۳ھ) دوسری روایت کے مطابق ان کے ہاتھ تینتالیس۴۳ نبیوں اور ایک سو ستر صلحاء کے قتل سے رنگین ہیں۔ (جلالین/۶۸، محولہ بالا)

Marfat.com

کی اپنی عملی کمیوں اور کوتاہیوں سے ہٹ کر فکر وعمل کی خرابی اس امت کو بالکل راس نہیں آتی۔ اس کا معدہ اس کو قے کرتا اور اس کا سراپا اس کو رد کرتا ہے۔ پیروانِ یہودیت ونصرانیت جن پر اسلام کے حق تنقید کی بات چل رہی ہے، اس خصوص میں ان کا معاملہ اہلِ اسلام سے بالکل برعکس ہے۔ یہ مذہبی جماعتیں بنیادی اعتقادی خرابیوں اور گمراہیوں کی شکار ہوگئیں۔ اپنے اوپر اللہ کے نازل کردہ توحیدی دین میں انھوں نے شرک وکفر کی آمیزش کرلی اور اللہ کے نبیوں اور اس کے برگزیدہ بندوں کو انھوں نے اللہ کا بیٹا بنا ڈالا۔ نصاریٰ نے تو حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا بنایا ہی تھا یہود نے اپنی ایک برگزیدہ شخصیت حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بنا ڈالا۔ قرآن نے اس کو ان کی منہ کی نکلی ہوئی بات اور بالکل بے بنیاد دعویٰ قرار دیا۔ ایسا کر کے انھوں نے اپنے سے پہلی مشرک اور کافر قوموں کی ہاں میں ہاں ملائی جبکہ حقیقتِ واقعہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝ (توبہ: ۳۰)	اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ محض ان کی منہ کی کہی ہوئی بات ہے۔ ایسا کر کے وہ ان لوگوں کی بات کا جوڑ ملاتے ہیں جو ان سے پہلے کفر کر چکے ہیں۔ خدا انھیں غارت کرے۔ یہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ یہود نے اپنے علماء وفقہاء اور نصاریٰ نے اپنے عُبّاد و زُہّاد کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا۔ خدائی شریعتوں میں ہمیشہ سے حلال وحرام ٹھہرانے کا حق خالص اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا رہا ہے۔ لیکن اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے اس کے بجائے اپنے علماء وعُبّاد کو یہ مقام دے رکھا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے جس چیز کو ان کے لیے حلال کر لیتے وہ اسے حلال مان لیتے اور جسے یہ ان کے لیے حرام

Marfat.com

قرار دیتے اسے یہ اپنے لیے حرام تسلیم کر لیتے[1] یہ ایک طرح سے ان کا عملی شرک تھا۔ نصاریٰ کا یہ اعتقادی شرک تو اپنے آپ میں پہاڑ تھا ہی کہ انھوں نے عیسیٰ بن مریمؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے لیا تھا جو ہمیشہ سے الٰہی شریعت کے عقیدۂ توحید کے بالکل مغائر عقیدہ تھا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰھًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ؁ (توبہ: ۳۱)	یہود و نصاریٰ نے اپنے فقہا و زہاد کو خدا کو چھوڑ کر اپنا رب ٹھہرا لیا اور یہی انھوں نے مریم کے بیٹے مسیح کے ساتھ کیا۔ حالانکہ انھیں جو حکم دیا گیا تھا تو اس کا کہ وہ صرف ایک اللہ کی بندگی کریں اس کے سوا دوسرا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ اس کی ذات اس سے بالکل پاک ہے جو شرک کی نسبت یہ اس کے ساتھ کرتے ہیں۔

یہود کا طریقہ اپنے نبیوں کے واجب حق میں کمی 'تفریط' کا رہا ہے جس کے نتیجے میں جیسا کہ گزرا، ان کے لیے اللہ کے رسولوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرنے میں بھی باک اور تامل نہیں رہا۔ نصاریٰ اس معاملے میں دوسری انتہا پر نبی کے واجب حق میں زیادتی 'افراط' کے خوگر رہے۔ چنانچہ یہود ابنیت عزیرؑ کے معاملے میں تو جہاں کے تہاں رہے، البتہ نصاریٰ نے ابنیت مسیحؑ کے اپنے عقیدے کو پیچیدہ سے پیچیدہ تر بنایا اور اسے تہ در تہ بناتے اور گہرا سے گہرا کرتے چلے گئے۔ ان کی ایک جماعت نے پوری دلجمعی اور اطمینان خاطر سے حضرت مسیحؑ کو عین خدا

---

[1] احبار و رہبان کی یہ تفسیر صاحب جلالین کی ہے اور دل لگتی ہے۔ ان کے خدا بنانے کے اس مطلب کی بھی ان کے یہاں صراحت ہے۔ (تفسیر الجلالین / ۲۲۴ - محولہ صدر)

Marfat.com

قرار دیا اور کسی توجیہ اور کسی تاویل کے بغیر پورے دھڑلے سے ایک انسان کو خدائی کے مقام پر فائز کر دیا۔ یہ لوگ حضرت مسیح کو عین خدا قرار دیتے اور ان کا خیال تھا کہ دنیا میں پیدائش، زندگی اور موت کے جو معاملات پیش آتے ہیں اور کائنات کا جو یہ سارا انتظام چل رہا ہے وہ سب انہی مسیح خدا کا کرشمہ ہے[1] قرآن نے حضرت مسیحؑ کی زبانی اس غلط خیال کی تردید کی اور اسے صریح شرکیہ عمل اور جہنم کا موجب قرار دیا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ	ان لوگوں کا کفر شبہ سے بالا ہے جنھوں
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ	نے یہ کہا کہ خدا تو بس وہی مریم کا بیٹا مسیح
ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ	ہے جبکہ مسیح کا یہ کہنا تھا کہ اے اسرائیل
يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا	کے بیٹو! تنہا اللہ کی بندگی کرو جو میرا
اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ	بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ جو کوئی
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ	اللہ کے ساتھ کسی اور کو ساجھی ٹھہرائے
اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ	گا تو اللہ نے اس کے لیے جنت کو
النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ	(ہمیشہ کے لیے) حرام کر دیا ہے۔ اور اس
اَنْصَارٍ ۝	کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے بے انصافوں
(مائدہ: ۷۲)	کا (اس دن) کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

نصاریٰ کی دوسری جماعت تثلیث یعنی ایک خدا میں تین خدا کی قائل تھی۔ یہ تین میں ایک خدا ایک تفسیر کے مطابق اللہ کے علاوہ حضرت مسیحؑ اور ان کی ماں مریمؑ تھیں[2]۔ دوسری تفسیر کے مطابق اللہ، روح القدس (حضرت جبرئیلؑ) اور حضرت مسیحؑ مل کر تین خدا میں ایک خدا بنتے تھے[3]۔ آیت زیر بحث میں چونکہ اس کی

---

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/ ۶۰۱ مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر۔ طبع اخیرہ ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

[2] تفسیر الجلالین / ۱۵۱

[3] موضح القرآن از حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ / ۱۹۶۔ تاج کمپنی لاہور

Marfat.com

تردید حضرت مسیح کے ساتھ ان کی ماں کی بشری خصوصیات کے حوالہ سے ہے کہ یہ دونوں کھاتے پیتے تھے جس کے بعد ان کے لیے بول و براز کی ضرورتوں کا پیش آنا فطری تھا اور جن کے اندر یہ بشری کمزوریاں ہوں وہ کسی طرح خدائی کے اہل نہیں ہوسکتے۔ اس لیے اس کی روشنی میں تین میں ایک کی پہلی اللہ، مسیح اور ان کی ماں کی تفسیر راجح معلوم ہوتی ہے۔ عقیدۂ تثلیث کی ان کی دوسری توجیہات اس کے علاوہ تھیں جس کے نتیجے میں یہ یعقوبی، نسطوری اور ملکانی وغیرہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے[1] تثلیث کے اس بے بنیاد عقیدے کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ	ان لوگوں کا کفر شبہ سے بالا ہے
اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ	جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ تو بس تین کا
اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ	ایک ہے۔ حالانکہ ایک اللہ کے سوا
لَّمْ يَنْتَھُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ	دوسرا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ اگر
لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	یہ اپنی اس بکواس سے باز نہیں آئیں
مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا	گے تو ان میں سے جو کفر کے مرتکب
يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ	ہیں ان پر دردناک عذاب آئے بغیر نہیں
وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ	رہے گا۔ کیا اب بھی ان کو توفیق نہیں
رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ	کہ یہ اللہ کی طرف پلٹیں اور اس سے
مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ	اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ جبکہ وہ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ	بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ مریم
وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ	کے بیٹے مسیح اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ
الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ	اللہ کے رسول تھے جن سے پہلے بہت
نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ	سارے رسول آچکے تھے اور ان کی ماں
انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝	راست باز تھیں۔ یہ دونوں (بشری

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ ۲۸/۶۰۶، ۶۱۲۔ طبع جدید سعودیہ۔ ایسا ہی ان کا ایک چوتھا فرقہ "آریوسی" تھا اور یہ چاروں آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے اور ایک دوسرے سے شدید دشمنی رکھتے تھے۔ تفسیر ابن کثیر ۲/ ۳۲، تجاریہ مصر نیز فتح القدیر للشوکانی ۲/ ۲۲ دار المعرفۃ بیروت، الکشاف عن حقائق التنزیل ۱/ ۶۰۱ محولہ بالا دوسرے ذرائع سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ابھی حضرت مسیح کے انتقال کے سو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ نصاریٰ شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ابن تیمیہ منہاج السنۃ ۱/ ۱۱۶ الریاض۔

Marfat.com

خصوصیات کے حامل) کھانا کھاتے
تھے۔ دیکھنے کی چیز ہے کہ ہم کیسے ان کے لیے آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھنے کی چیز ہے کہ وہ کہاں بہکے جاتے ہیں۔ (مائدہ: ۷۴-۷۵)

اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی یہ اعتقادی گمراہی ہی ان کے مذہبی دیوالیہ پن کے اظہار کے لیے کافی ہے۔ جس کے بعد ان کے لیے کسی طرح اللہ کی زمین پر اس کی معتبر مذہبی نمائندگی کا استحقاق باقی نہیں رہتا۔ لیکن یہود و نصاریٰ کی اعتقادی خرابیوں کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ قرآن کا صریح بیان ہے کہ اس سے ہٹ کر یہ مذہبی جماعت کھلے طور پر بت پرستی کی شکار ہوگئی تھی اور یہ بت پرستی اس کے اندر اس قدر رچ بس گئی اور اسے محبوب اور عزیز ہوگئی تھی کہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کے مقابلے میں یہ عرب کے کافروں اور مشرکوں کو زیادہ راہ یاب قرار دیتی تھی۔ قرآن نے اس کی تفصیل میں کہا ہے جس کے بعد یقیناً یہ اللہ کی لعنت کی ہی مستحق قرار پا سکتی تھی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰۤئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝

(النساء: ۵۱-۵۲)

دیکھتے نہیں ان لوگوں کو جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا کہ وہ 'جبت' اور 'طاغوت' پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ اہل ایمان کے مقابلے زیادہ راہ راست پر ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت پڑ گئی ہے اور جس پر اللہ کی لعنت پڑ جائے تو اس کے لیے تم کوئی دوسرا مددگار نہ پاؤ گے۔

Marfat.com

اوپر کا خطاب اہل کتاب سے ہے اس لیے اس آیت کریمہ کا تعلق بھی انہی سے ہے۔ اہلِ کتاب کو 'کتاب' کا ایک حصہ دیے جانے کی بات اس لیے کہی گئی ہے کہ تورات اور انجیل کی یہی حیثیت تھی۔ یہ کتابیں صرف بنی اسرائیل کے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک کے لیے ہی تھیں اس لیے ان کے اندر خدائی احکام کا صرف ایک حصہ ہی درج تھا۔ الٰہی شریعت تابانی کے ساتھ اپنی کامل صورت میں آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں نمودار ہوئی۔ پوری کتاب دراصل قرآن کریم ہی ہے جس کے اندر اصولی طور پر قیامت تک کے لیے انسانیت کی مکمل رہنمائی کا سامان ہے۔ تورات وانجیل اس کے بالمقابل جزوی احکام کی حامل تھیں۔ اس لیے کتاب اللہ میں جابجا اہلِ کتاب 'کتاب کے ایک حصے کے حاملین' سے خطاب کیا گیا ہے۔ جو کوئی ان کا استخفاف اور ان کی مرتبہ شکنی نہیں بلکہ صرف اور صرف حقیقتِ واقعہ کا اظہار ہے۔ 'جبت' اور 'طاغوت' کے سلسلے میں مفسرین کی صراحت ہے کہ ان سے مراد قریش کے دو بت ہیں جو اسی نام سے موسوم تھے اور اہلِ کتاب اپنی بدقسمتی سے ان کی پرستش میں گرفتار ہوگئے تھے[1] یہاں پر تو بتوں پر ایمان کا تذکرہ ہے، دوسرے موقع پر طاغوت کی پرستش کی صراحت ہے:

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ	کہو کہ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ
ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ	اللہ کے نزدیک موجودہ اہلِ کتاب
لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ	سے بھی برا انجام کس کا ہے۔ یہ ان
وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ	کے پیش رو ہیں جن پر اللہ کی لعنت
الْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ	پڑی اور اس کا غضب نازل ہوا چنانچہ

[1] جبت اور طاغوت کی یہ تفسیر صاحب جلالین کی ہے (جلالین/۱۱۰) حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے بھی اس کا ترجمہ 'بتوں اور شیطان' سے ہی کیا ہے۔ موضح القرآن/۱۴۰ زیر آیت بالا

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ○ (مائدہ: ٦٠)	ان میں سے کچھ کو اس نے بندر اور سور بنا دیا اور ان میں دوسرے رہے جنہوں نے طاغوت کی پرستش اختیار کی۔ ان کی جگہ اور بھی بری اور یہ سیدھے راستے سے اور بھی بھٹکے ہوئے رہے ہیں۔

یہ خطاب اہل کتاب سے ہے اس لیے کہ اس سے پہلے کی آیت کریمہ ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (مائدہ: ۵۹)	(اے پیغمبر) کہئے کہ اے اہل کتاب تم ہم مسلمانوں سے اسی کا تو بدلہ لیتے ہو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں ایک اللہ پر اور اس (کتاب تعلیم) پر جو اتاری گئی ہے ہم پر اور جو اتاری گئی ہے اس سے پہلے اور اس کا کہ تمہاری اکثریت نافرمان ہو چکی ہے۔

اوپر 'عبادتِ طاغوت' کا جو تذکرہ ہے اس کی ایک تفسیر شیطان کی اطاعت سے کی گئی ہے[۱] جس کا مطلب ہے کہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ اپنی زندگی میں ایک اللہ کی بندگی اور اس کی بے لاگ اطاعت و پیروی کے بجائے معاملاتِ دنیا میں شیطان کی پیروی میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ شیطان انسانوں کی صورت میں بھی ہو سکتے تھے جو اللہ سے منہ موڑ کر شیطان کے غلام اور اس کے آلۂ کار بن گئے تھے اور یہ جن بھی ہو سکتے تھے جن کی اہلِ عرب باقاعدہ پرستش کرتے تھے جیسا کہ دوسرے موقع پر قرآن میں اس کی صراحت ہے[۲] اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ ان اجنہ کی اطاعت میں بھی گرفتار تھے جو ان سے جو چاہتے برائی اور گمراہی

---

[۱] تفسیر الجلالین/۱۰۸ [۲] سبا: ۴۱

Marfat.com

کا کام کرا سکتے تھے۔ جبکہ اس کی دوسری تفسیر اطاعت کے بجائے خالص عبادت 'پرستش' سے کی گئی ہے[1] جس کے مطابق یہ مذہبی طبقہ پورے طور پر شیطانوں کا مرید اور ان کا پرستار تھا۔ دوسرے مذہبی محققین کے یہاں بھی ان لوگوں کے بت پرست اور صنم پرست ہونے کی صراحت ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے زبردست مذہبی عالم اور متکلم علامہ ابن تیمیہ م ۷۲۸ھ فرماتے ہیں۔

کانت بنو اسرائیل امۃ	بنی اسرائیل ایک سخت دل اور نافرمان
قاسیۃ عاصیۃ: تارۃ	قوم تھی۔ یہ کبھی بتوں اور مورتیوں کی
یعبدون الاصنام والاوثان	پرستش کرتی اور کبھی اللہ کی بندگی
وتارۃ یعبدون اللہ[2]	اختیار کر لیتی تھی۔

کیا اس تفصیل کے بعد بھی اس میں کوئی شبہ باقی رہتا ہے کہ اسلام اور اس کے پیروکاروں کا یہودیت و نصرانیت پر تنقید کا حق بجا ہے اور اس کے برعکس اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کو اسلام اور اس کے متعلقین پر اس حیثیت سے یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا۔

۳۔ تحریف

تیسری وجہ جس سے اسلام، اہلِ اسلام اور قرآن کا اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ اور ان کی کتابوں پر تنقید کا حق قائم ہوتا ہے وہ اس مذہبی جماعت کا تحریف کا جرم ہے۔ جس کے نتیجے میں انھوں نے اپنے اوپر اللہ کی نازل کردہ کتابوں تورات و انجیل کی شکل بگاڑ دی تھی اور ان کے استناد کو ہی داغدار کر دیا تھا جس سے کہ ان پر آنکھ بند کر کے الہامی صحائف کی حیثیت سے اعتماد کیا جا سکے۔ اللہ کی آخری

---

[1] موضح القرآن/ ۱۹۲

[2] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸/ ۶۰۶

Marfat.com

کتاب نے ان کے مذہبی انحراف کی تفصیل میں ان کی اس خرابی کا تذکرہ بار بار کیا ہے۔ جبکہ یہ وہ جرم عظیم تھا جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت ہو گئے اور بحیثیت قوم کے یہ مذہبی جماعت قبولیتِ حق کی استعداد سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی۔ اللہ کی مدد، اس کی تائید و نصرت اور اس کی رحمت سے یہ سدا کے لیے دور ہو گئی۔ جس سے بڑھ کر کسی دیندار طبقے کے لیے دوسری سزا نہیں ہو سکتی جس کا دنیا میں اس کے لیے تصور کیا جا سکے۔ اس کے لیے قرآن کی بلیغ تعبیر اللہ کی لعنت ہے۔ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ اپنے اس جرم تحریف کے نتیجے میں دنیا میں اللہ کی اس لعنت کے حق دار بن گئے تھے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (مائدہ: ۱۳)[1]	تو اس لیے کہ انھوں نے اپنے عہد کو توڑ ڈالا، ہم نے ان کے اوپر لعنت کر دی اور ان کے دلوں کو سخت بنا دیا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ یہ کلام الٰہی کو ہٹاتے ہیں اس کی جگہوں سے اور اس کا قابلِ لحاظ حصہ بھول چکے ہیں جس کی ان کو یاددہانی کرائی گئی تھی۔ بہت تھوڑی جماعت کو چھوڑ کر تم کو ان کی کسی نہ کسی خیانت کاری کا برابر پتہ چلتا رہے گا۔ تو تم ان کو معاف کرو اور درگزر کی راہ اپناؤ۔ اللہ کو ایسے ہی خوب کار پسند آتے ہیں۔

اہلِ کتاب میں یہود اپنی کتاب 'تورات' میں جو تبدیلی اور تحریف کرتے تھے اس کا دائرہ کافی وسیع تھا۔ وہ معنوی تحریف تو کرتے ہی تھے جس کے نتیجے

---

[1] نیز: نساء: ۴۶

Marfat.com

میں الفاظ کے معنیٰ کچھ کے کچھ ہوتے اور احکام کی تعبیرات بالکل پلٹ جاتی تھیں، لفظی تحریف اور تبدیلی سے بھی ان کا دامن پاک نہ تھا۔ وہ تورات کے الفاظ کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیتے۔ اسی طرح غیر مفید مطلب آیات کو لوگوں سے چھپاتے، اور مفید مطلب آیات کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیتے اور ایسی ترکیبیں کرتے کہ تورات کے احکام سے بچ نکلنے کی راہ ان کے لیے آسان ہو جائے۔ اس تحریف اور تبدیلی کا بڑا منشا یہ ہوتا کہ ان کی روایتی مذہبیت پر کوئی آنچ نہ آنے پائے اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کو زیادہ سے زیادہ بعید از امکان باور کرایا جائے۔ اس مقصد سے وہ آں جناب کی شان میں گستاخیاں کرنے سے بھی نہ چوکتے اور طرح طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطعون کرنے کی کوشش کرتے بلکہ اس کی لپیٹ میں وہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کو بھی مطعون ومتہم کرنے سے باز نہ رہتے۔[1]

البتہ لفظی تحریف کے سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی م ۱۱۷۶ھ کا کہنا ہے کہ اس کا ارتکاب وہ تورات کے ترجمے میں کرتے تھے۔ اصل تورات میں لفظی تحریف کا وہ ارتکاب نہیں کرتے تھے[2] لیکن مشہور اشعری متکلم اسلام قاضی

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلوی: الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (عربی) / ۷، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

[2] الفوز الکبیر، حوالہ سابق۔ اس موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی تائید میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام بھی پیش کرتے ہیں۔ جس کے ماخذ کا وہ کوئی حوالہ نہیں دیتے ہیں۔ جبکہ آگے قاضی عبدالجبار اسدآبادی اس مسئلہ میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے اس کے بالکل برعکس نقل کرتے ہیں۔ یعنی کہ یہود کی تورات میں تحریف اس کے ترجمہ میں تبدیلی سے معنوی تحریف نہ ہو کر اصل تورات اور اس کے متن میں تحریف تھی اور وہ تورات کے ترجمہ میں نہیں بلکہ اس کے اصل متن میں تبدیلی کے مجرم تھے۔ ترجمان القرآن کے سلسلے میں اسدآبادی کی نقل مضبوط ہو کر حضرت شاہ صاحب کا موقف بہت کمزور ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

عبدالجبار اسد آبادی م ۴۱۵ھ پوری قوت سے یہود کی طرف سے توراۃ میں تحریف کو معنوی کے بجائے لفظی ترجیح کے قائل ہیں۔ اس کی تائید میں وہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے بھی نقل کرتے ہیں جس کے مطابق تورات میں یہود کی جانب سے ہونے والی تحریف معنیٰ کی نہ ہو کر الفاظ کی کمی اور بیشی کی تھی۔ اس موقع پر قاضی عبدالجبار کی رائے کو ان کے الفاظ میں نقل کرنا مناسب ہے۔ جس کا تذکرہ حضرت امام رازیؒ م ۶۰۶ھ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ (۷۵) جس کا حوالہ آگے آتا ہے کی تفسیر کے تحت کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں تحریف کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے پہلے امام رازی قفال کے حوالہ سے 'تحریف' کے لغوی معنیٰ 'تغیر اور تبدیل' بتاتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے مسئلہ کے تحت قاضی عبدالجبار اسد آبادی م ۴۱۵ھ کی رائے ان لفظوں میں نقل کرتے ہیں:۔

قال القاضي التحريف	قاضی کہتے ہیں کہ تحریف یا تو لفظ میں
اما ان يكون في	ہوگی یا معنی میں ہوگی۔ اس تحریف کو
اللفظ او في المعنىٰ	لفظ کی تبدیلی پر محمول کرنا زیادہ قابل ترجیح
وحمل التحريف علىٰ	معلوم ہوتا ہے بمقابلہ اس کے کہ اسے
تغيير اللفظ اولیٰ من	معنی کی تبدیلی پر محمول کیا جائے۔ اس
حمله علىٰ تغيير المعنىٰ	لیے کہ اللہ کا کلام اگر اپنی سمت پر باقی
لان كلام الله تعالىٰ	رہے اور وہ صرف اس کے مفہوم
اذا كان باقيا علىٰ	کی تبدیلی کے مرتکب ہوں تو وہ محض
جهته وغيروا تاويله	اس کے معنیٰ کے تبدیل کرنے والے
فانما يكونون مغيرين	ہوں گے، نفس سنے جانے والے
لمعناه لا لنفس الكلام	کلام کی تبدیلی کے وہ مرتکب نہیں
المسموع فإن أمكن	ہوں گے۔ تو اگر یہ ممکن ہو سکے کہ اس
ان يحمل علىٰ ذلك	کو لفظی تبدیلی پر محمول کیا جائے جیسا

Marfat.com

کما روی عن ابن عباس من انھم زادوا فیہ ونقصوا فھو اولیٰ [1]	کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کی روایت ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب میں بہت سی باتوں کو بڑھا دیا تھا اور اس سے بہت سی چیزوں کو نکال دیا تھا، تو اس کی یہی تاویل زیادہ بہتر اور قابلِ ترجیح ہے۔

اس کے علاوہ امام رازی خود جو آیت زیرِ بحث کی تفسیر میں تحریف کی نسبت سے فاسد تاویل اور لفظ کو اس کے اصلی معنی سے ہٹا کر باطل معنی کی طرف پھیرنے کی معنوی تحریف کا انکار نہیں کرتے، اصل اور ترجمہ کے کسی فرق کے بغیر یہود کی طرف سے تورات میں لفظی تحریف کو بھی اسی قوت کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔ اوپر آیتِ کریمہ میں 'یحرفون الکلم' کے بعد 'عن مواضعہ' ہے۔ آگے اسی سورہ میں اس موقع کے لیے 'من بعد مواضعہ' آیا ہے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (مائدہ: ۴۱)	یہ کلام الٰہی کو ہٹاتے ہیں اس کی متعین جگہوں سے

ان کے دونوں کے فرق میں امام رازیؒ یہی کہتے ہیں کہ پہلے کا تعلق فاسد تاویل اور معنوی تحریف سے ہے۔ جبکہ دوسرا اسلوب لفظی تحریف پر دلالت کرتا ہے اپنی کتاب میں تحریف کی نسبت سے یہود ان دونوں جرائم کا شکار تھے۔

فھی دالۃ علی انھم	اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے

---

[1] مفاتیح الغیب: ۱/۳۹۹، عامرہ، مصر ۱۳۰۸ھ۔ خیال رہے کہ متکلمین کے ہاں قاضی جب مطلق بولے جاتے ہیں تو اس سے مراد یہی قاضی عبدالجبار اسد آبادی م ۴۱۵ھ ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ حنفیہ میں مطلق قاضی سے قاضی ابو یوسف م ۱۸۲ھ اور حنابلہ میں قاضی سے قاضی ابو یعلیٰ م ۴۵۸ھ مراد ہوتے ہیں۔ رازی نے اسی موقع پر تحریف سے متعلق دیگر مسائل پر بھی سیر حاصل کلام کیا ہے۔ مفاتیح، بحوالہ بالا۔

Marfat.com

جمعوا بين الامرين فكانوا يذكرون التأويلات الفاسدة وكانوا يُخرجون اللفظ ايضامن الكتاب فقوله يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ اشارة الى التاويل الباطل وقوله مِنۢ بَعْدِ مَوَاضِعِه اشارة الى اخراجه من الكتاب[1]

یہاں دونوں باتیں پائی جاتی تھیں، یہ (کلام الٰہی کی) فاسد تاویلیں بھی بیان کرتے تھے اور (لبسا اوقات) کتاب اللہ سے الفاظ بھی نکال دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ 'وہ کلام الٰہی کو ہٹاتے ہیں' اشارہ ہے باطل تاویل کی طرف اور یہ ارشاد کہ 'اس کی متعین جگہوں سے' یہ اشارہ ہے کہ وہ اس کو کتاب سے ہی نکال دیتے ہیں۔

اسی موقع پر وہ اس اشکال کا جواب بھی دیتے ہیں کہ کسی ایسی کتاب کی نسبت سے یہ لفظی تحریف کس طرح ممکن ہوسکتی ہے جبکہ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ مشرق سے مغرب تک اپنی شہرت میں تواتر کے درجہ تک پہنچ چکا ہو اور وہ افراد کے نوکِ زبان ہو، اس اشکال کے جواب میں حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ یہود ہمیشہ سے تھوڑی تعداد میں رہے جن میں تورات کے ماہر علماء کی تعداد اور بھی کم اور برائے نام تھی۔ اس کی وجہ سے علماء یہود کے لیے اپنی کتاب میں لفظی تحریف دشوار نہ تھی اور ان کے لیے اس کا راستہ بالکل آسان تھا[2] یہود کی اس خرابی کے بیان کے لیے قرآن نے جو دوسری تعبیرات اختیار کی ہیں، ان کا بھی صاف اشارہ یہی معلوم

---

[1] مفاتیح الغیب: ۳/۲۳۶، عامرہ، مصر ۱۳۰۸ھ

[2] حوالہ سابق، تورات میں تحریف معنوی کے ساتھ لفظی بھی ہے اسی کے قائل علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ بھی ہیں۔ ابن تیمیہ ۷۲۸ھ: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح: ۱/۳۵۶-۳۸۱، مطابع المجد التجاریۃ ابن قیم م ۷۵۱ھ: ہدایۃ الحیارٰی فی اجوبۃ الیہود والنصارٰی/ ۴۹-۵۰، مؤسسۃ مکۃ للطباعۃ والاعلام۔ نیز انہی کی: اغاثۃ اللہفان من مصاید الشیطان: ۲/۳۵۱-۳۶۳، مصر ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء اس موقع پر یہی رائے حضرت امام شافعیؒ: اغاثۃ: ۲/۳۶۰، اور کتاب کے محقق اور تعلیق نگار علامہ محمد حامد الفقی: اغاثۃ: ۲/۳۵۲ کی بھی ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

ہوتا ہے، غلط تاویل اور معنوی تحریف کے ساتھ اس قوم کو اپنی کتاب میں لفظی تحریفات اور الفاظ کی کتر بیونت سے بھی کوئی باک اور کوئی جھجک نہ تھی۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ	تو تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو کتاب
بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ	کو لکھتے ہیں اپنے ہاتھ سے پھر کہتے یہ ہیں
هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا	کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تاکہ اس کے
بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ	ذریعہ وہ تھوڑی کمائی کر سکیں۔ تو ان کے
مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ	لیے تباہی ہے اس سے جو ان کے ہاتھ
لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝	لکھیں اور ان کے لیے تباہی ہے اس
(بقرہ: ۷۹)	سے جو یہ اس طرح کمائیں۔

اس سے پہلے مسلمانوں کو ان کے ایمان لانے کی طرف سے مایوس رہنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ	تو کیا تم اس کی آرزو رکھتے ہو کہ یہ تمہاری
فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ	بات مان لیں جبکہ ان کی ایک جماعت وہ رہی
يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ	ہے جو اللہ کی بات کو سنتی تھی پھر اسے پوری طرح
يَعْلَمُوْنَ ۝	سمجھ لینے کے بعد بدل ڈالتی تھی اور ایسا وہ خوب
(بقرہ: ۷۵)	جان بوجھ کر کرتی تھی۔

ان دونوں آیات میں 'کتاب' اور 'کلام اللہ'[1] سے چاہے معنوی تحریف کے لیے بھی استدلال کر لیا جائے لیکن واضح رخ تورات کے اصل الفاظ اور ان میں لفظی تبدیلی اور لفظی تحریف کی طرف ہی ہے۔ اس سے بھی صاف بیان سورہ انعام کا ہے۔ یہود آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی ضد میں مطلق آسمانی وحی کا انکار کرتے تھے کہ اللہ نے کبھی کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ قرآن نے اسے یہود کی طرف سے اللہ کی صریح ناقدری قرار دیا تھا۔ اس کے بعد اس کے جواب میں فرمایا:

---

[1] اوپر قاضی عبدالجبار اسد آبادی م ۴۱۵ھ کی گفتگو میں بھی لفظ 'کلام اللہ' سے یہ استدلال کیا گیا ہے۔ الحمدللہ کہ آیت کریمہ کے دیگر نظائر سے ہماری گفتگو اس پر اضافہ کرتی ہے۔

Marfat.com

....قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ	....کہو کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی
الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی	جسے موسیٰ لے کر آئے تھے۔ جس میں
نُوْرًا وَّ هُدًی لِّلنَّاسِ	روشنی اور ہدایت کا سامان تھا اپنے
تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا	زمانہ کے انسانوں کے لیے آج تم نے اس
وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ	کو دفتروں میں بند کر رکھا ہے۔ اس کا ایک حصہ
(انعام: ۹۱)	تم ظاہر کرتے ہو اور بڑے حصے کو دیکھنے نہیں دیتے ہو۔

اس موقع پر بھی ان دفتروں 'قراطیس' کو چاہے تورات کے ترجموں پر محمول کر لیا جائے لیکن ابتداً اس سے ذہن تورات کے اصل متن کی طرف ہی جاتا ہے۔ جس کی ناقدری وہ اس کے بہت سارے حصوں کو چھپا کر کرتے تھے۔ اس سے رجحان یہی بنتا ہے کہ تبدیلی اور تحریف کی صورت میں بھی ترجمے کے ساتھ وہ تورات کے اصل متن کو بھی نہ بخشتے ہوں گے۔ اس لفظی تحریف کے سلسلے میں دوسری چیزوں کے علاوہ خاص طور پر تورات میں مذکور سنگساری کی سزا 'رجم' کا حوالہ دیا گیا ہے جسے یہود نے 'رجم' سے بدل کر 'حد' کر دیا تھا[1] جس کے مطابق وہ زانی کو خاص سنگسار 'رجم' کرنے کے بجائے دوسری ہلکی سزائیں بھی دے سکتے تھے۔ اپنی دوسری تفصیلات کے ساتھ اسلام کے ذخیرۂ احادیث میں اس کی مزید وضاحت ہے جس کے مطابق وہ ایسے مجرم کو صرف رسوا کرنے پر اکتفا کرتے۔ اس کا منہ کالا کر دیا جاتا اور مرد وعورت دونوں کو الٹے منہ سواری پر بٹھا کر شہر میں گشت کرایا جاتا۔[2] یا جیسا کہ چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کے سلسلے میں دوسری حدیث میں تذکرہ ہے کہ اہل کتاب نے شریف اور غیر شریف کے حوالے سے اس سزا میں فرق کیا تھا۔ اسی جرم میں خود غیر شریف کا ہاتھ کاٹنے سے تو وہ نہ چوکتے لیکن اپنے خیال کے مطابق طبقۂ شرفا سے تعلق رکھنے والے ایسے مجرم کے لیے اس

---

[1] مفاتیح الغیب: ۲۳۶/۳، نیز: مفاتیح: ۳۹۹/۱، ایضاً: الکشاف عن حقائق التنزیل: ۵۳۰/۱
[2] صحیح بخاری جلد ۲۔ کتاب المحاربین من اہل الکفر والردہ۔ باب الرجم بالبلاط اصح المطابع دہلی۔ صحیح مسلم جلد ۵۔ کتاب الحدود، باب رجم الیہود اہل الذمہ فی الزنیٰ، عامرہ، مصر

Marfat.com

سے بہت ہلکی سزا ہی سے کام چلا دیتے۔ اس کا ہاتھ کاٹنے کی کبھی نوبت نہ آتی۔[1]
اپنی کتابوں میں اہل کتاب کی طرف سے لفظی تحریف اور تبدیلی کی دوسری نمایاں مثال ان میں مذکور آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وخصوصیات سے تعلق تبدیلی اور تحریف ہے[2] ان کی توقع کے برعکس چونکہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ان کے خانوادے بنی اسحاق/بنی اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل سے ہوگئی جبکہ اس سے پہلے اسی کے سہارے وہ مشرکین عرب/بنو اسماعیل پر اپنی برتری کا اظہار کرتے اور ان کے ساتھ چل رہی اپنی آویزشوں میں اپنی وقتی شکستوں کی اسی بنیاد پر آخری فتح میں تبدیلی کا اعلان کرتے تھے[3] لیکن جب ان کی امیدوں کے برخلاف اللہ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا فیصلہ بنو اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل کے درمیان سے کرنے کا کیا تو ان کے لیے صبر کا یارا نہ رہا اور انھوں نے ایک ایک کر کے تورات وانجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق علامات وخصوصیات کے حصے کو مٹانا اور اسے تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ یہ تو ان کتابوں کی سخت جانی ہے کہ یہود ونصاریٰ کی اس خصوص میں تحریف وتبدیلی کی تمام تر کوششوں کے باوجود آج بھی ان کے اندر وہ آیات موجود ہیں جن کا مصداق اللہ کے آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا ہے[4]
اس سے ہٹ کر اپنی کتاب کے الفاظ حسب منشا توڑ مروڑ کر پڑھنا اور

---

[1] بخاری جلد ۲۔ کتاب الحدود، باب کراہیۃ الشفاعۃ فی الحد اذا رفع الی السلطان، نیز: باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع۔ صحیح مسلم جلد ۵۔ کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف وغیرہ والنہی عن الشفاعۃ فی الحدود۔

[2] الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۲۹۱، نیز: مفاتیح الغیب: ۱/۳۹۹

[3] بقرہ: ۸۹

[4] تفصیلات کے لیے ہماری کتاب 'وحدت ادیان کا نظریہ اور اسلام' کی بحث 'مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیہ' کا دوسرا پہلو صفحات ۱۶۸ تا ۱۷۸، محولہ بالا۔

Marfat.com

انھیں پیٹ کر کچھ سے کچھ بنا دینے کی کوشش کرنا، اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کی یہ دوسری خصوصیت تھی۔ اپنی کتاب میں بے لگام معنوی تحریفات کے ساتھ وہ اس لفظی توڑ مروڑ کے بھی پوری طرح عادی تھے اور ان کی منحرف دینی زندگی کا یہ دردناک باب تھا۔ ان کی زوال پذیر مذہبی زندگی کی نقشہ کشی کرتے ہوئے ان کی دوسری برائیوں اور خرابیوں کے پہلو بہ پہلو ان کی اس کمزوری کا تذکرہ قرآن بڑے کرب کے ساتھ کرتا ہے:

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ	اور ان میں سے ایک جماعت وہ ہے
اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ	جو اپنی زبانوں کو مروڑ کر کتاب کو پڑھتی
مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ	ہے تاکہ تم اس کو بھی کتاب کا ہی ایک
الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ	حصہ سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا حصہ ہوتا نہیں
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ	ہے۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی
عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ	طرف سے حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے
الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝	ہوتا نہیں ہے۔ اور وہ یہ اللہ پر جھوٹ
(آل عمران: ٧٨)	باندھتے ہیں اور جانتے بوجھتے وہ اس
	جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

صاف بات ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کے الفاظ اپنے سامعین کے سامنے کچھ کا کچھ کر دینے کی جرأت رکھتے ہوں اور پوری ڈھٹائی کے ساتھ اپنی کہی بات کو اللہ کی کتاب کا حصہ باور کرانے کی کوشش کریں ان کی طرف سے ان کتابوں میں معنوی تحریف اور ان کی دانستہ غلط تفہیم و تشریح کا معاملہ تو بہت ہی ہلکا آسان ہے۔ جیسے کسی تحریر کے قتلِ ناحق اور اس کے مثلہ کرنے میں کوئی باک نہ ہو، اس کے لیے اس کی خلافِ واقعہ اور خلافِ حقیقت تعبیر و تبیین میں کیا تردد ہو سکتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ جب کتاب اللہ میں لفظی تحریف اور لفظی تبدیلی کے لیے طبیعتوں میں جرأت پیدا ہو جائے تو اس سے کمتر درجے کی لفظی اور معنوی

Marfat.com

تحریفات اور تبدیلیوں کے سلسلے میں کسی تردد اور تکلف کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔

زیر بحث آیت کریمہ (مائدہ: ۱۳) کے اگلے ٹکڑے میں بنی اسرائیل کی طرف سے جس خیانت کی بات کہی گئی ہے اس کی تفسیر میں عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ان کی طرف سے پیش آنے والی بدعہدی اور خیانت کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کا مختلف مواقع پر ان کی طرف سے مظاہرہ ہوتا رہا اور جس کے ایک حصے کے طور پر مختلف طریقوں سے انھوں نے آپؐ کو ہی نعوذباللہ صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی[1] آیت کی یہ بالکل درست تفسیر ہے لیکن کوئی دشواری نہیں معلوم ہوتی کہ اوپر کے تحریف کے مضمون کی مناسبت سے اس خیانت میں یہود و نصاریٰ کی طرف سے اپنی کتابوں تورات و انجیل میں لفظی و معنوی تحریفات کی خیانت کو شامل نہ مانا جائے۔ جس کے نمونے اس وقت سے لے کر آج تک دیکھے جاسکتے ہیں اور عہدنامۂ قدیم وجدید کا ہر نیا ایڈیشن اپنے پچھلے ایڈیشن سے کچھ نہ کچھ ضرور مختلف ہوتا ہے۔ لفظی اختلاف سے ہٹ کر بسا اوقات یہ اختلاف بنیادی معانی ومفاہیم کا اختلاف ہوتا ہے اور اس کا سرا، دورِ نبوت میں ان کی طرف سے کی جانے والی تورات وانجیل میں لفظی و معنوی تحریفات سے جا ملتا ہے[2] ان کتابوں

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/ ۶۰۰، تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۳

[2] عہدنامۂ جدید کی حد تک اس کے ایک جائزے کے لیے ملاحظہ کیجیے مولانا عبداللطیف مسعود صاحب کا ۴۸ صفحات کا کتابچہ تحریفِ بائبل، جس میں انجیل متی کی ۲۷ آیات پر گفتگو کی گئی ہے۔ معرفت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ (پاکستان)۔ اس کے مطابق بائبل کے اردو، فارسی اور عربی تراجم میں تبدیلی، ترمیم اور حک و اضافہ کا عمل مسلسل جاری ہے۔ بسا اوقات دو سطروں پر مشتمل آیت ایک سطر کی یا سرے سے غائب ہوگئی ہے۔ دوسری وہ آیات ہیں جن کا مفہوم کچھ سے کچھ ہوگیا ہے۔ اسی انداز میں بائبل کے دوسرے حصوں کا مصنف کا جائزہ منتظرِ اشاعت ہے۔ بائبل کے دوسرے حصے عہدنامۂ قدیم کا معاملہ اس سے مختلف نہیں ہے۔

Marfat.com

میں لفظی تحریف کے سلسلے میں حضرت امام رازیؒ کے رجحان کی تفصیل اوپر گزری ان کے پیش نظر جلیل القدر امام لغت و نحو جار اللہ زمخشریؒ مفسر قرآن کا واضح رجحان بھی اسی طرف ہے۔ معنوی تحریف نہ مان کر یہود و نصاریٰ کی تحریفات کو اصلاً اور ابتداءً لفظی تحریف پر محمول کرتے ہیں۔[1]

یہ تیسری وجہ ہے جس سے اسلام کا یہودیت اور نصرانیت پر تنقید کا حق قائم ہوتا ہے۔ جب ان مذاہب کے بدنصیب پیروکاروں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اللہ کی ہوئی کتابوں کو بدل ڈالا اور ان کے مضامین کا کچھ کا کچھ بنا دیا، اس جرم عظیم کے ارتکاب کے بعد بھی اگر انھیں سچے خدائی دین کی علمبرداری کا دعویٰ ہے تو ان کی اس جرأت کی بس داد ہی دی جا سکتی ہے۔

۴۔ آخری شریعت ہونے کی عدم صراحت

یہودیت اور نصرانیت اپنے کو اپنی اصلی جگہ پر رکھیں تو 'اسلام' کا ان سے کوئی ٹکراؤ نہیں۔ جیسا کہ یہ بات اس سے پہلے بھی آئی کہ یہودیت اور نصرانیت/عیسائیت اسلام سے ہٹ کر الگ کوئی مذہب نہیں جن کا خدائی دین کے اس آخری ایڈیشن سے تصادم ہو اور اس کے اور ان کے درمیان ترجیح و انتخاب کا سوال پیدا ہو۔ مذہب کے سلسلے میں اسلام کے انقلابی تصور کے مطابق کائنات اور انسان کو بنانے والا خدا ایک ہے تو اس کو پوجنے اور راضی کرنے کا طریقہ بھی لازماً ایک ہی ہونا چاہیے۔ اسلام مذہب درحقیقت اسی سچائی کا دوسرا نام ہے۔ اللہ نے زمین پر جو پہلا انسان — آدمؑ — بھیجا تو ساتھ ہی اس کو پیغمبر بھی بنایا اور اس کو زندگی میں اچھے برے کی

---

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۵۳۰ پر تو اس کی صراحت ہے ہی، زیر بحث مائدہ: ۱۲ کے تحت تبدیلیٔ وحی، و تغییر وحیہ، الکشاف: ۱/۶۰۰، کی تصریح سے بھی ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کی اپنی کتابوں میں صرف معنوی نہ ہو کر لفظی تحریف تھی بلکہ یہی اس کا ابھرا ہوا حصہ ہے جس کی طرف مفسر زمخشری کا ذہن سب سے پہلے جاتا ہے۔

Marfat.com

تمیز اور اپنی مرضی کے مطابق جینے کا طریقہ سکھایا۔ زندگی گزارنے کا یہی طریقہ اسلام سے عبارت ہے جو بعد کے زمانوں میں دوسرے انبیاء علیہم السّلام کے ذریعہ جن کی ایک بہت ہی مختصر تعداد کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے اور بہت بڑی تعداد کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا ہے، اللہ کا یہ دین لگاتار اپنے بندوں تک پہنچتا رہا۔ یہاں تک کہ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تاریخ میں دو جلیل القدر پیغمبروں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اللہ کا یہ دین اپنے منتہائے کمال کو پہنچ گیا جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی اور آپؐ کے ہاتھوں لائی ہوئی کتاب — قرآن — کو اللہ کی آخری کتاب کا اعلان نبوت اور وحی کے سلسلے کو قیامت تک کے لیے منقطع کر دیا گیا۔ اب جو شخص اپنی ذاتی خواہشات و میلانات سے اوپر اٹھ کر بے آمیز طریقے پر خدائی دین کی پیروی کا خواہش مند ہو اس کے لیے اسلام کی پیروی کے سوا چارہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اس فلسفۂ مذہب کے مطابق حضرات موسیٰؑ و عیسیٰؑ علیہما السّلام کے ہاتھوں لایا ہوا دین اور ان کی ملی ہوئی کتابیں تورات اور انجیل، اسلام اور قرآن سے ہٹ کر کسی الگ مذہب اور الگ وحی کے علمبردار و دعویدار نہ تھے۔ یہ تو آخری پیغمبر اور ان کے ہاتھوں آخری کتاب آنے تک کے لیے اللہ کے ہمیشہ سے پسند کردہ ایک ہی دین — اسلام — کی عبوری کڑیاں تھیں اسلام کے سلسلۃ الذہب سے جب خدائی دین پایۂ کمال کو پہنچ گیا تو حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے ہاتھوں آنے والی کڑیاں اپنے آپ اس سے جڑ کر اس کا حصہ بن گئیں۔ پیروان موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے آخری پیغمبرؐ کے وقت سے لے کر آج تک اسلام اور قرآن کی یہی تو شکایت ہے کہ الٰہی اور غیر الٰہی مذہب کی آویزش میں جو اپنے تھے وہی بیگانے نکلے اور بجائے اس کے کہ دنیا میں شرک و بت پرستی اور الحاد اور انکار خدا سے اسلام کی لڑائی میں پیروان موسیٰ و عیسیٰ اہلِ اسلام کے مددگار اور پشتیبان ہوتے۔ بدقسمتی سے وہ اس کے مخالف اور مزاحم بن کر میدان میں اترے اور آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر آج

Marfat.com

چودہ سو سال بعد تک بھی مخالفت اور مزاحمت کی یہی صورت برقرار اور دنیا کے پھیلاؤ کے لحاظ سے اس کا دائرہ بھی پھیلا ہوا ہے۔ کاش کہ ابھی بھی اپنے خیال کے مطابق پیروانِ موسیٰ و عیسیٰؑ اس حقیقت کو سمجھ سکتے تو اسلام اور غیر اسلام کی لڑائی میں آج دنیا کا نقشہ دوسرا ہوتا اور اللہ کے دین توحید کے مقابلے میں شرک و بت پرستی اور الحاد اور انکارِ خدا کو کہیں ٹھہرنے کا موقع نہ ملتا۔

لیکن اس بدقسمتی اور سوء اتفاق کے باوجود سمجھ میں نہیں آتا کہ دیگر پیروانِ مذاہب کا ذہن اس طرف کیوں نہیں جاتا ہے اور وہ یہ کہ یہودیت اور نصرانیت/عیسائیت آج جیسی کچھ اور جس حال میں بھی ہیں دنیا کے دوسرے تمام مذاہب کی طرح ان کا یہ کہیں دعویٰ نہیں کہ ان کی شریعت اللہ کی بھیجی ہوئی آخری شریعت اور ان کے پیغمبر اللہ کے آخری پیغمبر ہیں اور اب رہتی دنیا تک کے لیے انسانیت کی نجات اس میں ہے کہ وہ اس شریعت اور اس کے لانے والے پیغمبر کی پیروی اختیار کریں۔ حیرت ہوتی ہے کہ مذہب پر تنقید اور اس کے ترجیح و انتخاب کی زندگی کے سب سے اہم ترین مسئلے اور اس کی سب سے نازک بحث میں یہ نکتہ زیرِ غور کیوں نہیں آتا اور اس پر قرارِ واقعی توجہ کیوں نہیں دی جاتی۔ نہ حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ نے اپنی زندگی میں کبھی اس کا دعویٰ کیا اور نہ آج موجودہ تورات و انجیل میں یہ دعویٰ کہیں مذکور ہے جبکہ مذہب کی بحث میں اسلام کا نقطۂ آغاز ہی یہ ہے کہ اس کی اصل اور حقیقت کو سمجھا جائے اور کسی اور نکتے کو اٹھانے سے پہلے مذہب کے سلسلے میں اس کے بنیادی مقدمے کو طے کر لیا جائے۔ موجودہ یہودیت اور نصرانیت کا یہ دعویٰ ہی نہیں کہ یہ اللہ کی آخری شریعت اور ہمیشہ کے لیے اس کی بارگاہ میں ایک ہی موجبِ نجات طریقۂ بندگی ہے۔ جبکہ اسلام کا یہ دعویٰ ہی نہیں بلکہ اس کا اس پر اصرار ہے' مذہب کی بحث کا یہ اس کا سب سے امتیازی پہلو اور اس کے کوتے کا پتھر ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب یہودیت و عیسائیت اور اسلام کے دعوے ہی میں برابری نہیں تو ان سب کے درجے اور مرتبے میں برابری کا دعویٰ کیونکر درست ہو سکتا ہے

Marfat.com

مقابلہ اور موازنہ تو برابر کی چیزوں میں ہوتا ہے۔ چاندی اور سونے کا بھی فرق ہو تو چلو تسلیم کرلیا جائے۔ سونے اور خزف ریزے میں مقابلے اور موازنے کی کیا صورت ہو اور اس کے لیے وجہ جواز کیونکر تلاش کیا جائے۔

پس اگر اسلام یہودیت اور عیسائیت پر تنقید کا دعوے دار ہے تو یہ اس کا حق ہے۔ بلکہ وہ خود قابلِ گرفت قرار پائے گا اگر وہ اپنے اس حق کا دعویٰ نہ کرے۔ یہودیت اور عیسائیت کا جب وہ دعویٰ ہی نہیں جو اسلام کا طرّہ ہے تو ان کو اسلام پر تنقید و اعتراض کا حق بھی کسی صورت نہیں پہنچ سکتا ہے۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے 'سکھ مت' جیسے مذاہب کے سلسلے میں بات پہلے آچکی کہ اپنی نامعتبریت کے باعث مذہب کی صداقت اور حقانیت کی بحث میں اسلام کے بالمقابل ان کے کھڑے ہونے کا سوال نہیں، آخری پیغمبر سے قبل کے قرآن میں غیر مذکور امکانی الہامی مذاہب بدھ مت اور جین مت وغیرہ کے سلسلے میں بھی یہی بات صادق آتی ہے کہ اپنی دوسری خامیوں اور کمزوریوں کے علاوہ یہودیت و عیسائیت کی طرح یہ تمام مذاہب بھی کہیں اپنے آخری الہامی اور واحد موجبِ نجات مذہب ہونے کے دعویدار نہیں۔ پس جس طرح یہود اور عیسائیت کے معاملے میں اسلام سے ان کا جوڑ نہ ہو کر یہ اس کے مدمقابل آنے کے اہل نہیں، قبل اسلام کے دیگر مذاہب کے سلسلے میں یہ بات بدرجہ اولیٰ صادق اور ان پر اسلام کی برتری اور تفوق کا دعویٰ اسی طرح مزید امتیازی طور پر ثابت ہے۔ افسوس ہے کہ زندگی میں اس کی قرار واقعی اہمیت سے غافل مذہب کو حاشیے پر رکھنے کے رجحان سے آج انسان اس کے مسائل میں سنجیدہ نہیں۔ مذہب پر سطحی اور سرسری گفتگو سے ہٹ کر وہ اس کی گہرائی میں جا کر اور اس کے مسائل میں مطلوبہ دلچسپی لینے کے لیے آمادہ نظر نہیں آتا۔ مادہ پرستی اور اباحیت پسندی کے دور میں اخروی نجات کا مسئلہ مسائلِ حیات کے بالکل کونے میں پڑا ہے۔ ورنہ آج کے سائنٹفک دور اور سائنٹفک مزاج سے یہ مسئلہ بہت کچھ

Marfat.com

آسان ہو سکتا تھا۔

دیگر مذاہب پر اسلام کا حقِ تنقید اور ان کے اوپر اس کی برتری اور تفوق کوئی مناظرے اور مسلمان امت کی قومی انا کا مسئلہ نہیں۔ یہ انسان کی نجات اور مذہب کی صحیح پہچان کا مسئلہ ہے اور اسی پہلو سے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے بجائے اس کے کہ کسی فرق و امتیاز کے بغیر مذاہب کی یکسانیت اور ان کی نامطلوب برابری پر اپنی ذہنی کاوشوں کو صرف کیا جائے، اپنی ذات کے ساتھ اصل ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اپنے وجوہِ امتیاز کے بیان میں اسلام کے اٹھائے گئے نکات پر سنجیدہ غور و فکر سے اپنی آخرت کی کامیابی کا سامان کیا جائے۔ دنیا کی زندگی تو گزر رہی ہے اور ہر شخص اپنے اپنے ڈھنگ سے اسے گزار رہا ہے۔ آخرت کے بازار میں اپنے مذہب کا سکہ اگر کھوٹا نکلا تو آدمی کے لیے اس سے بڑھ کر کسی دوسرے خسارے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ وہاں اس غلطی کی تلافی کی کوئی صورت ہوگی نہ دنیا میں دوبارہ لوٹ کر آنا ہی ممکن ہوگا کہ عقیدے اور عمل کی درستگی سے اپنی ہمیشہ کی زندگی کو سدھارنے کی کوئی سبیل اور اس کا کوئی راستہ پیدا ہو سکے۔

۵۔ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

پانچویں وجہ جس سے کہ اسلام کا یہودیت و عیسائیت پر بالخصوص اور ان جیسے دوسرے مذاہب پر بالعموم تنقید کا حق قائم ہوتا ہے وہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ پر اتاری گئی آسمانی کتابوں — تورات و انجیل — میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق صاف اور واضح بشارتیں موجود تھیں جنھیں یہود و نصاریٰ نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے ان سے نکالنے یا ان کا کچھ کا کچھ بنانے کی کوشش کی۔ یہود و نصاریٰ کا جرم تحریف جس کی تفصیل اس سے پہلے گزری، اس کا بڑا حصہ بھی آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اوصاف و خصوصیات سے ہی متعلق تھا

Marfat.com

جسے چھپانے اور مٹانے میں انھوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ جیسا کہ گزرا، اس کے باوجود ان کتابوں کی سخت جانی اور اسلام کی روشن حقانیت کی دلیل ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال سے اوپر کی تحریفات کے بعد بھی آج ان کے اندر ان اوصاف وخصوصیات کی تفصیل موجود ہے جس کا کوئی دوسرا مصداق آخری نبی حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ نہیں ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کو خطاب کر کے جہاں ایک طرح اپنے کو اپنے سے پہلی آسمانی کتاب 'توراۃ' کا مصدق قرار دیتے ہیں، ساتھ ہی اپنے بعد آنے والے نبی کے نام کی صراحت کے ساتھ بشارت دیتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ	اور وہ وقت بھی یاد رکھنے کا ہے
يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ	جبکہ مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے
اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا	اسرائیل کے بیٹو! میں تمہاری طرف اللہ
بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ	کا فرستادہ ہوں، مجھ سے پہلے جو کتاب
وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ	تورات رہی ہے اس کی تصدیق کرنے
بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ	والا ہوں اور ایک پیغمبر کی خوشخبری سنانے
	والا ہوں جو میرے بعد آنے والا ہے۔ اس
(صف: ۶)	کا نام احمد ہوگا۔

آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰؑ کے تورات کا مصدق ہونے کا مطلب ہے کہ ہر آنے والا نبی اپنے سے پہلے نبی/نبیوں اور اس/ان کے ہاتھوں لائی ہوئی کتاب/کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوتا تھا۔ اسلامی فلسفۂ مذہب کی اسی دفعہ کی رو سے ہر پہلی آسمانی کتاب میں اگلی کتاب اور اگلے نبی کی بشارت مذکور ہوا کرتی تھی۔ اس کے لحاظ سے حضرت عیسیٰؑ کے تورات کا مصدق ہونے کا مطلب یہ کہ اس میں آں جناب کی آمد کی اطلاع درج تھی اور اس طرح آپ پیروان تورات کے لیے کوئی اجنبی نہ ہو کر ان کے لیے جانے پہچانے اور معروف ومعلوم تھے۔ دوسرے

Marfat.com

موقع پر قرآن صراحت کرتا ہے کہ آں جناب کو انجیل کی طرح تورات کا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ویسا ہی علم عطا کیا گیا تھا اور انجیل کے مانند اس کتابِ الٰہی کے بھی آپ ویسے ہی امین اور رازداں تھے۔ درحقیقت یہ دونوں کتابیں جیسا کہ آیتِ ذیل سے واضح ہوتا ہے ایک ہی سکے کے دو رخ اور ایک ہی حقیقت کے دو پہلو تھے۔ تورات میں اگر احکام کا پہلو غالب تھا تو انجیل میں ان احکام کے پیچھے کارفرما حکمتوں اور مصلحتوں کا پہلو غالب تھا۔ جنھیں 'کتاب' اور 'حکمت' کی قرآن کی جامع اصطلاحات سے یاد کیا گیا ہے۔ کتاب تورات ہے اور حکمت انجیل، اس طرح تورات اور انجیل دونوں ایک دوسرے کا تکملہ اور تتمہ ہیں:

وَاِذۡ عَلَّمۡتُكَ الۡكِتٰبَ وَ	اور وہ وقت بھی یاد رکھنے کا ہے جبکہ
وَالۡحِكۡمَةَ وَالتَّوۡرٰىةَ	(اے عیسیٰؑ) میں نے تم کو کتاب اور
وَالۡاِنۡجِيۡلَ ج	حکمت کی تعلیم دی یعنی کہ تورات اور
(مائدہ: ۱۱۰)	انجیل کی۔

اس تفصیل کی روشنی میں زیرِ بحث آیتِ کریمہ صف (۶) کے اگلے ٹکڑے میں جناب عیسیٰؑ کی طرف سے جو آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے، انجیل کے ساتھ اس کا تورات کا تائید یافتہ اور حمایت یافتہ ہونا فطری ہے۔ اس سلسلے میں کتاب اللہ کی پیش کردہ دوسری تفصیلات سے یہ مسئلہ مزید صاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے 'تحریف' کی بحث میں یہود کی طرف سے اپنی کتاب میں تبدیلی اور تحریف کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے اس میں دوسری چیزوں کے علاوہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اوصاف و خصوصیات کی تبدیلی اور تحریف نمایاں طور پر شامل ہے۔ اس موقع پر مذکور مائدہ (۱۳) کے ٹکڑے:

وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا	اور وہ بھول بیٹھے اس کا ایک حصہ جس کی
بِهٖ ج	ان کو یاددہانی کرائی گئی تھی۔

میں اس تحریف کی نحوست سے یہود کے متعلق اپنی کتاب کی جن تعلیمات کے بھول

Marfat.com

جانے کا تذکرہ ہے، اس سے خاص طور پر اس کا وہ حصہ مراد ہے جو آپؐ پر ایمان کی دعوت پر مشتمل تھا اور جس میں ساتھ ہی یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ یہ لوگ کسی بخل کے بغیر آپؐ کی اوصاف وخصوصیات کے اس کے حصے کو لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں گے۔[1] جہاں تک انجیل کا سوال ہے تو اس میں تو یہ مضمون مذکور ہے ہی جس کی مائدہ کی اگلی آیتِ کریمہ میں صراحت ہے:

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى	اوران لوگوں میں جنھوں نے کہا کہ ہم
اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا	نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ
حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ	اس کا ایک حصہ بھول بیٹھے جس کی کران
(مائدہ: ۱۴)	کو یاددہانی کرائی گئی تھی۔

اس موقع پر یہود کی طرح نصاریٰ سے بھی جس عہد وپیمان 'میثاق' کے لیے جانے کا تذکرہ ہے جسے یہود ہی کی مانند انھوں نے بھی توڑ ڈالا اور اس کا لحاظ نہیں رکھ سکے اور اس کے نتیجے میں اپنی کتاب کی تعلیمات کے ایک حصے کو بھول گئے، اس میں بھی دوسری چیزوں کے علاوہ بالخصوص ان کو آخری پیغمبرؐ پر ایمان کی دعوت اور اپنی کتاب میں مذکور ان کی اوصاف وخصوصیات کا برملا اظہار ہے جسے افسوس کہ یہود ہی کی طرح نصاریٰ بھی نبھانے سے قاصر رہے۔[2] انجیل کے علاوہ تورات میں آخری نبیؐ کی اوصاف وخصوصیات اور ان کی آمد کا تذکرہ آخری کتاب — قرآن — کی دیگر آیات میں بھی ہے۔[3] جن کی تفسیر ان کے اپنے اپنے مقامات پر دیکھی جاسکتی ہے۔[4] لیکن آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت کا معاملہ حضرات

---

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۶۰۰، مفاتیح الغیب: ۳/۳۹۴، نیز تفسیر الجلالین/۱۲۸ بیروت ۱۴۰۳ھ

[2] مفاتیح الغیب: ۳/۳۹۳-۳۹۴، تفسیر الجلالین/۱۸۳، محولہ بالا۔

[3] بقرہ: ۷۶، آل عمران: ۷۰، ۱۷۰۔ نساء: ۳۷۔ مائدہ: ۱۵۔ انعام: ۹۱

[4] الکشاف: ۱/۲۹۱۔ تفسیر الجلالین/۱۶۔ الکشاف: ۱/۴۳۶، جلالین/۷۶، مفاتیح الغیب: ۳/۲۴۶،

Marfat.com

موسیٰؑ وعیسیٰؑ سے بھی ڈیڑھ ہزار سال سے اوپر پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا ہوا ہے۔ حضرت نوحؑ کے بعد روئے زمین پر توحید کے مجدّد اور حنیفیت کے علمبردار حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی شخصیت پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود و نصاریٰ کے یہاں یکساں قابلِ احترام ہے۔ بلکہ اس سے آگے ہمارے ہندو برادرانِ وطن کے یہاں بھی ان کے نام کی خاص عزت اور اس کا خاص احترام محسوس ہوتا ہے۔ ابراہیمؑ کے ساتھ 'برہما' اور 'براہمن' کی لفظی مشابہت کے علاوہ آپس میں ان کی جو امکانی معنوی مشابہت نظر آتی ہے اور جو تحقیق اور ریسرچ کا ایک بہت ہی دلچسپ موضوع ہے، اس کے پیش نظر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں سیدنا ابراہیمؑ کی دعا والتجا کی اہمیت غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔ قرآن میں صراحت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ خانۂ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے دوسری چیزوں کے علاوہ خاص طور پر اپنے خانوادے سے ایک 'امتِ مسلمہ' کے برپا کیے جانے کی دعا کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ان کی دعا تھی کہ انھیں کے بیچ سے ان کے رب کی طرف سے ایک رسول کی بعثت ہو جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھ کر سنائے اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے تزکیہ کا سامان کرے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ	اور وہ وقت بھی یاد رکھنے کا ہے کہ جب
مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ	ابراہیمؑ خانۂ کعبہ کی بنیادوں کو اوپر لا رہے
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ	تھے اور (اس کام میں) اسماعیل (ان کے
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَ	ساتھ تھے (ان دونوں کی دعا تھی) اے
اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ	ہمارے رب تو ہماری اس محنت کو قبول
ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪	کرلے۔ تو ہی تو سب سے بڑا سننے والا
وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ	جاننے والا ہے اور ہم دونوں کو اپنا

= الکشاف: ۵۲۶/۱ - الکشاف: ۶۰۱/۱، تفسیر الجلالین/۱۲۹، تفسیر الجلالین/۱۴۷، فتح القدیر: ۱۳۹/۲، دار المعرفہ بیروت

Marfat.com

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ	تابعِ فرمان بنا اور ہمارے خانوادے
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ	سے اپنی ایک تابعِ فرمان امت برپا کر
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا	اور ہمیں ہماری عبادت کی جگہوں کو
عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ	دکھادے اور ہماری توبہ قبول کر۔ تو ہی
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ	تو سب سے بڑھ کر (توبہ قبول کرنے والا)
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ	رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب
	اور ان کے درمیان انہی میں سے ایک
(بقرہ: ۱۲۷-۱۲۹)	رسول اٹھا جو ان کے سامنے تیری آیتیں
	پڑھ کر سنائے اور انھیں کتاب اور حکمت
	کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ تو ہی
	تو سب سے بڑھ کر طاقت والا، حکمت والا ہے

خیال رہے کہ اس موقع پر آنے والے نبی کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں وہ بعینہ وہی ہیں جو دوسرے مقامات پر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات اور آپؐ سے متعلق کارِ نبوت کا اہم ترین حصہ قرار دی گئی ہیں[1]۔ اس تفصیل کی روشنی میں موجودہ تورات و انجیل میں آخری نبیؐ کے اوصاف و خصوصیات کی جو تفصیل اور ان کی آمد کی جو خوشخبری ہے وہ اپنی جگہ، برہما، برہمن اور ابراہیم کی اوپر کی ذکر کردہ مشابہت کی روشنی میں ہندو دھرم کے ویدوں میں 'انتم رشی' اور 'انتم نراشنس' کی جو بات کہی گئی ہے وہ بھی کم اہمیت اور کم توجہ کے لائق نہیں ہے[2]۔ جہاں تک اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کا سوال ہے ان کی کتابوں میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تفصیلات اتنی کثرت اور فراوانی سے تھیں کہ اس کی بنیاد پر، جیسا

---

[1] بقرہ: ۱۵۱، آل عمران: ۱۶۴ جمعہ: ۲-۳

[2] تفصیل کے لیے ہماری کتاب 'وحدت ادیان' الخ کے صفحات ۱۷۷ - ۱۷۸، محولہ بالا۔

Marfat.com

کہ قرآن نے کہا ہے، وہ آپ کو اس طرح پہچانتے تھے جیسا کہ کسی جم غفیر میں آدمی کے لیے اپنے بیٹے کو پہچان لینے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے[1]۔ آخری پیغمبر کا ہی معاملہ آپ کے ہاتھوں آنے والی کتاب کا بھی تھا کہ حق پرست اہلِ کتاب کے لیے وہ بالکل جانی پہچانی تھی۔ چنانچہ ان میں سے جو لوگ اپنی کتابوں کی تلاوت کا حق ادا کرتے تھے ان کے لیے آپ کے ہاتھوں آنے والی آخری کتاب۔ قرآن۔ پر ایمان لانا ذرا مشکل نہیں رہا[2]۔ حق پرست نصاریٰ کی ایک جماعت کا معاملہ اس سے بھی آگے تھا جن کے لیے اپنی جانی پہچانی آخری کتاب کو سن کر اپنے آنسوؤں پر قابو پانا مشکل ہوتا تھا اور جو اس کے نتیجے میں قرآن پر ایمان لانے کے سوا اپنے لیے کوئی دوسری راہ کھلی نہیں پاتے تھے[3]۔

اس تفصیل سے اس سوال کا جواب سامنے آجاتا ہے کہ کیوں یہودیت وعیسائیت اور ان جیسے دوسرے مذاہب پر اسلام کے لیے تنقید کرنا روا ہے۔ البتہ ان مذاہب کو اسلام پر تنقید واعتراض کا حق حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایک طرف اپنی اصلی حالت پر قائم خالقِ کائنات کا صحیح اور مستند مذہب ہے دوسری طرف اس کی داغدار عبوری شریعتیں ہیں۔ اگر باطل کو حق پر اور جھوٹ کو سچ پر تنقید کا حق حاصل نہیں ہوسکتا تو ان مذاہب کو اسلام پر بھی یہ حق ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ ناسخ شریعت کے آجانے کے بعد منسوخ شریعتوں پر عمل پر اصرار ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی ناسخ شریعت پر تنقید واعتراض کے حق کا مطالبہ بھی وہ سب سے بڑا ظلم ہے جس کا خالقِ کائنات کی نسبت سے انسان کی طرف سے تصور کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] بقرہ: ۱۴۶

[2] اس آیت کریمہ کی تفسیر دوسرے انداز سے بھی کی گئی ہے، جلالین ۲۵/، لیکن ہمارے نزدیک وہی تفسیر راجح ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

[3] مائدہ: ۸۳-۸۴۔

Marfat.com

شرک وبت پرستی پر تنقید کے اسباب

جہاں تک شرک وبت پرستی اور اس پر مبنی ادیان و مذاہب پر اسلام کے حق تنقید کا سوال ہے تو وہ یہ حقیقت ہے جو دن کے اجالے سے بھی زیادہ روشن ہے۔ اسلام کی اساس ہی عقیدۂ توحید پر قائم ہے اور شرک وبت پرستی کے ادنیٰ سے ادنیٰ شائبے سے بھی اس کی موافقت اور سازگاری کا تصور محال ہے۔ اسلام اور قرآن کے پیش کردہ تصورِ مذہب کے مطابق اس کائنات میں دو خدائیوں کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ اس کائنات کو تنہا اللہ نے بنایا ہے تو اس پر حکم بھی تنہا اسی کا چلنا چاہیے۔ اسی طرح انسان کو بھی وہ تنہا اپنی مرضی اور مشیت سے عدم سے وجود میں لایا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے کو اس نے اس کی خدمت کے لیے مامور کیا ہے اور اپنی زندگی میں سر سے پیر تک وہ اس کے احسانات کے نیچے دبا ہوا ہے۔ وہ اپنی پیدائش سے لے کر موت تک ایک ایک سانس کے لیے اللہ کی مدد کا محتاج ہے۔ کائنات کے نظام سے اس کی توجہ ایک لمحہ کے لیے ہٹ جائے تو روئے زمین پر انسان کی زندگی اجیرن ہو جائے۔ انسان پر ربِ کائنات کی احسان کی یہ بارش بدیہی طور پر مطالبہ کرتی ہے کہ بندگی کے لیے اس کا سر جھکے تو اس خدائے عظیم وکریم کے سامنے جھکے۔ وہ ہاتھ پھیلائے تو اسی کے سامنے پھیلائے، مانگے تو اسی سے مانگے ڈرے تو اسی سے ڈرے اور زندگی میں اگر کسی کا کہا مانے تو اسی کا مانے۔ انسان کا اپنے اوپر، اس کائنات پر اور ربِ کائنات پر اس سے بڑا دوسرا ظلم نہیں ہو سکتا کہ اس بدیہی حقیقت کو جھٹلاتے ہوئے وہ بندگی میں ایک خدا کے ساتھ اوروں کو ساجھی ٹھہرائے۔ ان کے سامنے اپنا ماتھا ٹیکے اور ان سے اپنی مرادیں مانگیں۔ معمولی انسان اپنے محدود دائرہ اثر واقتدار میں کسی قسم کی شرکت اور ساجھے داری کو گوارا نہیں کرتا۔ آقا کے لیے ناقابل برداشت ہے کہ اس کا غلام ساتھ ہی دوسرے آقا سے وفاداری کا دم بھرے۔

Marfat.com

کوئی مالک انگیز نہیں کر سکتا کہ اس کا ملازم ایک ہی وقت میں دوسرے مالک کا بھی ویسا ہی وفادار ہو۔ دفتر کا انچارج اس کو سہنے کے لیے تیار نہیں کہ اس کا کوئی کارکن ساتھ ہی ساتھ دوسرے دفتر سے بھی تعلق اور وفاداری کا ویسا ہی واسطہ رکھے۔ پھر رب کائنات کی نسبت سے یہ چیز کیوں قابل گوارا بلکہ قابل تصور ہو سکتی ہے کہ اس کا پیدا کردہ اور زندگی سے موت تک اس کے احسانات سے لدا اس کا بندہ اس کو چھوڑ کر دوسری خدائیوں کا اعتراف کرے۔ یا اس کے ساتھ دوسرے خداؤں کی شرکت اور ساجھے داری کو گوارا کرے۔

توحید کا یہی پیغام تھا جو پہلے انسان اور پہلے پیغمبر حضرت آدمؑ سے لے کر آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کے ساتھ آیا اور اس کی اساس پر الٰہی شریعتوں کی تشکیل ہوتی رہی۔ آخری پیغمبر کے ساتھ شریعتِ محمدیؐ کی صورت میں جو خود بھی اپنی پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ توحید پر مبنی نظام زندگی کو اپنا کر اب جو شخص بھی دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار ہونا چاہتا ہے اس کے لیے اس شریعت کو تسلیم کرنے کے سوا دوسرا چارہ نہیں۔ یہ بات کہ توحید کا عقیدہ ہی کیوں حقیقت پر مبنی اور صحیح عقیدہ ہے اور شرک و بت پرستی سرتاسر باطل ہے اور اس کے حق میں کوئی دلیل نہیں۔ تو قرآنی علوم و معارف کا یہ مرکزی نکتہ ہے جس کی تفصیل سے اس کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ زمانۂ نزولِ قرآن کے مکہ کے ابتدائی تیرہ سال اسی عقیدہ اور اس کے ملحقات و متعلقات کی تفہیم و تشریح میں صرف ہوئے اور بعد کے دس سالہ مدنی دور میں بھی جا بجا اس کی تذکیر اور یاد دہانی کرائی جاتی رہی۔ یہ موقع اس کی تفصیل میں جانے کا نہیں۔ اس کی تفصیلات اپنے مقامات پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ نمونے کے لیے موضوع سے متعلق ہم کتاب اللہ کی چند آیات نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ توحید کے بالمقابل شرک و بت پرستی کا طریقہ ربِ کائنات کو کتنا ناگوار ہے اور ایک خدائی کے مقابلے میں متعدد خدائیوں کے تصور کو قرآن کس قدر غیر عقلی اور خلافِ عدل و انصاف قرار دیتا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:۔

Marfat.com

أَمِ اتَّخَذُوٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۝

(انبیاء: ۲۱-۲۳)

آیا کفار و مشرکین نے زمین سے (اپنے لیے) بہت سے معبود ٹھہرا رکھے ہیں جو مردوں کو اٹھا دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر زمین و آسمان میں ایک اللہ کے علاوہ دوسرے بہت سے خدا ہوتے تو ان کا نظام درہم برہم ہو جاتا تو عرش کے مالک اللہ کی ذات پاک ہے ان تہمت طرازیوں سے جو یہ اس کے حق میں روا رکھتے ہیں۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ وہ کیا کرتا ہے، باقی سب سے اپنے کیے کی بازپرس ہونی ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں شرک و بت پرستی کی تردید میں اس اہم نکتے کی وضاحت کے بعد کہ سونے چاندی اور پتھر کی بنی مورتیوں میں کسی مردے کو زندہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور جس کے اندر یہ صلاحیت نہ ہو وہ خدائی کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جو مشرک اقوام و جماعات ایک خدا کے بجائے ان بے جان ہستیوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں وہ پرلے درجے کی نادانی کا ارتکاب کرتے ہیں، اس کائنات میں ایک سے زیادہ خداؤں کے رد میں اصل بات یہ کہی گئی ہے کہ اگر زمین و آسمان میں برابر کی طاقت اور مساوی اقتدار کے مالک متعدد خدا ہوتے تو ان کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ دنیا چلانے کے معاملے میں ان کے فیصلوں میں ایک دوسرے سے ٹکراؤ ہوتا جس کے نتیجے میں ان کے درمیان اقتدار کی لازمی جنگ برپا ہوتی اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتا۔ یہ کائنات جو اپنی درست کارکردگی کے لیے ایک ایک لمحہ

Marfat.com

اپنے خالق کی توجہ کی محتاج ہے۔ اقتدار کی اس لڑائی سے اس کا پورا ڈھانچہ بالکل تباہ ہو کر رہ جاتا۔ اس کے بجائے اس کائنات کا اپنی روایتی خوبی کے ساتھ چلنا اس بات کی بیّن شہادت ہے کہ اس کے عرش کا ایک ہی مالک ہے اور اس کے اوپر تنہا اس کی حکمرانی ہے۔ وہ قادرِ مطلق اور مطاعِ کل ہے، پوری کائنات اس کے حضور جواب دہ ہے اور اس کی ذاتِ عالی جناب سے کسی کو باز پرس کرنے کی دم اور مجال نہیں۔ دوسرے موقع پر اس کی مزید وضاحت کر دی گئی کہ اس کائنات میں اگر برابر کے درجے کے بہت سارے خدا ہوتے تو وہ برسرِ اقتدار خدا تک پہنچنے کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لیتے، وہ اس سے برسرِ جنگ ہوتے اور اس کا تختہ پلٹے بغیر دم نہ لیتے۔[1]

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ	(اے نبی) کہئے کہ اگر ایک اللہ کے
اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ	ساتھ دوسرے بہت سے خدا ہوتے
اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى	جیسا کہ کفار و مشرکین کا کہنا ہے تو وہ
الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۞ سُبْحٰنَهٗ	عرش کے اس مالک کے پاس (اس
وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ	کو بے دخل کرنے کے مقصد سے) جانے
عُلُوًّا كَبِيْرًا ۞	کی کوئی سبیل ضرور تلاش کرتے اور اس
	کی ذات پاک اس سے بہت بلند
(بنی اسرائیل ۴۲، ۴۳)	ہے جو یہ اس کے حق میں یاوہ گوئی کرتے ہیں۔

سورۂ مومنون میں اس مضمون کو اور بھی کھول دیا گیا ہے:

---

[1] تفسیر الجلالین/ ۲۷۰، اور موضح القرآن/ ۲/ ۴۷، تاج کمپنی، لاہور۔ اس موقع پر صاحب تفہیم القرآن نے آیتِ کریمہ کا جو ترجمہ کیا ہے "تو وہ مالکِ عرش کے مقام کو پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے"، ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی/ ۷۳۳۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۷۹ء، وہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ صحیح ترجمہ وہی معلوم ہوتا ہے جو اوپر کی تفسیروں کی روشنی میں کیا جا رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (آیات: ۹۱-۹۲)	اللہ نے اپنے لیے کوئی اولاد نہیں ٹھرائی، نہ اس کے ساتھ کسی دوسرے خدا کے ہونے کا سوال ہے۔ اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کے ساتھ الگ ہو جاتا اور ہر ایک دوسرے پر بالادست ہونے کی کوشش کرتا۔ اللہ کی ذات پاک ہے اس سے جو یہ اس کے حق میں تہمت طرازیاں کرتے ہیں۔ وہ چھپے اور کھلے سب کا جاننے والا ہے۔ اس کی ذات اس سے بلند ہے جو یہ اس کے ساتھ اوروں کو ساجھی ٹھرانا چاہتے ہیں۔

گزر چکا کہ یہود و نصاریٰ بھی اللہ کا بیٹا مانتے تھے۔ اس کے علاوہ عرب کے مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کے نام کی مورتیاں بنا کر ان کی پوجا کرتے تھے اور اس طرح اس کو صاحبِ اولاد قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں دوسرے مقامات پر اس کی تفصیل ہے۔ یہاں روئے سخن خاص طور پر انہی مشرکین کی طرف ہے۔ قرآن دوسرے موقع پر ان کے اس رویے کو اتنا بھیانک جرم بتاتا ہے کہ اس کا حق ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے اور زمین پھٹ جائے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ	اور کفار و مشرکین کا کہنا ہے کہ اللہ نے اپنے لیے اولاد ٹھرا رکھی ہے۔ یہ تم بالکل بے سر پیر کی چیز لائے ہو آسمان اس سے ٹوٹا چاہتے ہیں اور

Marfat.com

الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ	زمین پھٹی جاتی ہے اور پہاڑ منہ کے
هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا	بل گرا چاہتے ہیں ۔ اس پر کہ یہ رحمٰن
لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا	کے لیے اولاد ٹھہراتے ہیں ۔ حالانکہ
يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ	رحمٰن کے لیے زیبا نہیں کہ وہ (اپنے
يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ	لیے) اولاد ٹھہرائے آسمانوں اور
كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	زمین میں جو کچھ ہے یہ تو سب رحمٰن
وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ	کے حضور بندہ بن کر آنے والے ہیں ۔
عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ	اس نے ان کو شمار کر رکھا ہے اور
وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ	ایک ایک کر کے ان کی گنتی کر رکھی
اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝	ہے اور ان میں سے ہر ایک قیامت
	کے دن اس کے پاس تن تنہا آنے
(مریم: ۸۸-۹۵)	والا ہے ۔

شرک و بت پرستی کو اسلام اور قرآن کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کے سلسلے میں کتاب اللہ کے صرف دو تبصروں کو ان کے ترجمے کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے ۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ	اور جو کوئی ایک اللہ کے ساتھ
فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ	کسی اور کو ساجھی ٹھہرائے تو وہ ایسا
فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ	ہی ہے جیسے کہ وہ آسمان سے گرے
تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ	اور چڑیا اس کو اچک لے یا ہوا اسے
مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝	کسی ایسی جگہ لے جا کر گرائے جہاں
(حج: ۳۱)	سے وہ کبھی پلٹ کر نہ آسکے ۔

سورۂ عنکبوت میں جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے خداؤں کی پناہ طلب کرتے ہیں ان کے لیے دوسری مثال دی گئی ہے :

Marfat.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (آیت:۴۱)

جن لوگوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر (اپنے لیے) بہت سے کارساز ٹھہرا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھروندا بناتی ہے اور سب سے کمزور گھر بھی مکڑی کا گھروندا ہوتا ہے۔ کاش کہ لوگ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔

آگے اس سلسلے میں مزید فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ (آیات:۴۲،۴۳)

اللہ کو خوب پتا ہے کہ لوگ اس کو چھوڑ کر کس کس چیز کو پکارتے ہیں۔ دریں حالیکہ وہی سب سے بڑھ کر طاقت والا، حکمت والا ہے اور یہ مثالیں ہیں جسے ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ میں بس انہی کے آتی ہیں جنھیں حقیقت کا صحیح ادراک ہوتا ہے۔

آخر میں اس رویّے کے نامعقول ہونے کی دلیل دی ہے کہ جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ بندگی تنہا اسی کی چلے اور کائنات میں ایک خدا کے علاوہ کسی دوسرے خدا کی مطلق گنجائش نہ رہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ یقیناً اس کے اندر بڑی نشانی

Marfat.com

ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لانا چاہیں۔ (آیت: ۴۴)

متعدد خداؤں کے بجائے ایک خدا کی بندگی کے سلسلے میں قرآن کا دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ہمیشہ سے یہی اللہ کا دین رہا ہے اور قرآن کی طرح پچھلی کتابوں کا بھی یہی مضمون رہا ہے۔ اللہ کی آخری کتاب کے علاوہ دوسری تمام آسمانی کتابیں اسی پیغام کی حامل تھیں:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (انبیاء: ۲۴)	آیا ان کفار و مشرکین نے ایک اللہ کو چھوڑ کر بہت سارے معبود ٹھہرا رکھے ہیں۔ (اے نبی) کہئے کہ (اس کے حق میں) اپنی دلیل لاؤ۔ (جہاں تک میرا معاملہ ہے تو) یہ میرے ساتھ آئی ہوئی یاددہانی (قرآن) اور مجھ سے پہلے کی یاددہانی (تورات و انجیل) ہے (اور ان سب کا وہی کہنا ہے جو میں کہتا ہوں)۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت حق کو سمجھنا نہیں چاہتی۔ چنانچہ اس نے اس سے منہ موڑے رکھنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی آسمانی کتابوں میں تورات و انجیل تو خاص طور پر شامل ہیں جن سے محمدیؐ قافلے کا براہِ راست واسطہ تھا لیکن 'ذکر من قبلی' کا عموم قرآن سے پہلے کی تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے۔ اس کے مطابق دوسری کتابوں کے علاوہ الہامی ہونے کی صورت میں ہمارے ہندوستانی وید اور قرآن سے پہلے کی دیگر ہندو مذہبی کتابوں میں بھی اگر آج تک بت پرستی کی تردید اور توحید کا مضمون پایا جاتا ہے تو اس زمرہ میں ان کی شمولیت کو بھی مستبعد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ورنہ کم از کم اصولی طور پر تو اسلام اور قرآن کو یہ تسلیم

Marfat.com

ہے ہی کہ اللہ نے براہ راست / بالواسطہ دنیا کے ہر خطے اور ہر سرزمین میں اپنے پیغمبر اور رسول بھیجے اور انھیں اپنی کتابوں سے نوازا۔ ان سب کا دین ہمیشہ سے ایک تھا صرف ان کے درمیان شریعت کی جزئیات کا اختلاف تھا[۱] اس لحاظ سے ہند کی ہماری سرزمین میں بھی آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے پہلے جو کتابیں اور جو انبیاء آئے ان سب کی دعوت ہمیشہ ایک توحید کی دعوت تھی اور ایک خدا کے بجائے متعدد خداؤں کی بندگی اور پرستش کا اصلاً کوئی وجود اور تصور نہ تھا۔ اس سے ہٹ کر اگر آج ہمارے وطنِ عزیز کی شناخت ایک شرک پرست ملک اور برادرانِ وطن کی پہچان شرک و بت پرستی کی رسیا قوم کی حیثیت سے ہوتی ہے تو یہ بعد کی بدعت اور گمرہی ہے۔ ہند کی سرزمین پر آنے والا اللہ کا اصل مذہب توحید کا ہی تھا اور یہاں کی اصلی مذہبی کتابیں اسی حقیقت کبریٰ کی ترجمان تھیں۔ جیسا کہ آگے قرآن کا صاف لفظوں میں اعلان ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ	(اے نبی) ہم نے تم سے پہلے جو
مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ	رسول بھی بھیجے تو ان سب کو وحی اسی
اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَا	ایک بات کی کی کہ میرے سوا کوئی
عْبُدُوْنِ ○	دوسرا پرستش کے لائق نہیں تو
(انبیاء: ۲۵)	(اے انسانو!) تنہا میری ہی بندگی اختیار کرو۔

توحید اور ایک خدا کی بندگی پر اسلام اور قرآن کا یہ اصرار ہے اور شرک و بت پرستی کے سلسلے میں ان کا یہ سخت موقف ہے، اس کے باوجود بھی آزادیٔ فکر و نظر کے حوالے سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ جس طرح توحید پر مبنی نظامِ زندگی کو ترک اور اس سے ابھرنے والے نظامِ حیات پر تنقید کا حق ہے، ویسا ہی حق شرک و

---

[۱] تفصیل کے لیے: مذہب کا اسلامی تصور، باب دوم 'وحدتِ دین۔ دعوتِ انبیاء کا اہم ترین نکتہ' محولہ بالا۔ 'وحدت ادیان کا نظریہ اور اسلام' 'وحدت ادیان نہیں وحدتِ دین'، باب دوم محولہ بالا۔

Marfat.com

بت پرستی کو توحید اور ایک خدا کی بندگی پر مبنی ضابطۂ حیات پر بھی دے دیا جائے تو شاید اس سے بڑھ کر زیادتی اور ناانصافی کی دوسری بات نہیں ہوسکتی۔ اسلام کے یہاں تسلیم شدہ مذہبی آزادی کے پیش نظر جس کی تفصیل اپنے مقام پر کی گئی ہے[1] کسی طبقۂ انسانیت کو شرک و بت پرستی کی تو پوری چھوٹ حاصل ہوسکتی ہے لیکن یہ بات کہ اس کے ساتھ ہی شرک کو توحید پر تنقید کی اجازت مل جائے یہ گنگا کو الٹی بہانا ہے۔ قرآن کے مطابق شرک و بت پرستی کا وہ عقیدہ ہے جس کے حق میں اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہیں، یہ وہ گناہ ہے جسے اللہ کبھی معاف نہیں کرسکتا، اور اس کے مرتکب کا ٹھکانا ہمیشہ کے لیے جہنم ہے[2] اس نقطۂ نظر کے ساتھ توحید کے پہلو بہ پہلو شرک و بت پرستی کو اس پر تنقید کا حق دینے کا مطلب ہے کہ مذہب کے سلسلے میں انسان خود مختار ہے۔ مذہب اس کائنات کے پیدا کرنے والے کا نہیں بلکہ انسان کا اختیار تمیزی ہے۔ اس کے لحاظ سے ہر مذہب جسے انسانوں کی ایک جماعت تسلیم کرتی ہو اسے ہر طرح اور ہر سطح پر دوسرے مذہب کی برابری حاصل ہے اور اس طرح ہر مذہب کو دوسرے مذہب پر بہ ہم وجوہ تنقید و اعتراض کا حق حاصل ہے۔ مذہب کے سلسلے میں انسان کے خود مختار ہونے اور اسے اس کے سلسلے میں اختیار تمیزی حاصل ہونے کا دعویٰ چونکہ اسلام کو تسلیم نہیں، اس لیے اس دعوے کا دوسرا حصہ بھی اسے قابلِ قبول نہیں کہ جزئیات و فروعات ہی نہیں اصول و کلیات میں بھی ہر مذہب کو دوسرے مذہب پر تنقید کا حق حاصل ہے اور اسی لپیٹ میں شرک و بت پرستی پر مبنی اور اس کے رسیا مذہب/مذاہب کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اس کے اجتہادی اور انتظامی حصے سے ہٹ کر اسلام کی اساسیات و کلیات پر بھی انھیں بر سر عام تنقید و اعتراض کا حق حاصل ہو۔ اللہ کی

---

[1] ہماری دوسری زیر ترتیب کتاب ' اسلام اور آزادئ فکر و عمل' اس کا حوالہ بھی اس سے پہلے آچکا ہے۔

[2] وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسلام، باب دوم کی بحث شرک و الحاد کی نامقبولیت۔

Marfat.com

زمین پر اس کی تنہا بندگی کے عقیدے کو ملامت کا ہدف بنایا جائے اور شرک پر عمل کی آزادی سے آگے توحید پر تنقید کی آزادی بھی شرک و بت پرستی کو حاصل ہو جائے۔

قرآن کے الفاظ میں اپنے ربِ کریم سے غافل ہو کر[1] انسان اپنی حیثیت کو بالکل ہی نہ بھول جائے تو اس طرح کے خلافِ عقل و انصاف مطالبے کی کبھی اسے ہمت نہ ہو سکے۔ شرک کے تصور سے تو، جیسا کہ گزرا، آسمان و زمین یوں بھی پھٹے جاتے ہیں تو کیا انسان چاہتا ہے کہ توحید پر تنقید کر کے ان کا یہ معاملہ قوت سے فعل میں تبدیل ہو جائے، حقیقت میں آسمان گر پڑے اور زمین پھٹ جائے اور اس عالمِ ہست و بود کا وقت سے پہلے خاتمہ عمل میں آجائے۔ دورِ جدید کی آزادی بھی آدمی کی بربادی کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ آزادیٔ فکر و نظر کا اگر اسے ایسا نشہ چڑھتا ہے کہ شرک کو توحید پر تنقید کے حق کے بغیر اسے چین نہیں آتا تو زمین و آسمان کی گواہی اس کے حق میں ہے کہ آزادی کا یہ جام اس کے حق میں موت کا پیغام ہے۔ قرآن توحید کو شرک پر تنقید کا حق دیتے ہوئے بھی اسے حدود کا پابند بناتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے، اور خود اپنے ماننے والوں کو بھی اسلامی نظامِ زندگی کی دفعات پر بے قید تنقید کی آزادی دینے کو تیار نہیں، اس کا بیان بھی آگے کے لیے اٹھا رکھا جاتا ہے[2] پس جو دین اپنے ماننے والوں کو مذہبیات پر تنقید میں حدود آشنا دیکھنا ضروری خیال کرتا ہو وہ دیگر مذاہب کو اپنے اوپر بے قید و بے مہار تنقید کی کیوں کر اجازت دے سکتا ہے۔ بلکہ اس سے آگے اس سے اس طرح کے کسی مطالبے کو مبنی بر انصاف اور قرینِ حق و مصلحت بھی کیوں قرار دیا جا سکتا ہے۔

---

[1] اعلیٰ : ٦

[2] اسی باب کا آخری عنوان "بے قید آزادیٔ فکر و نظر اسلام خود اپنے ماننے والوں کو دینے کا قائل نہیں"۔

Marfat.com

الحاد اور انکارِ خدا پر تنقید

یہ تو رہا شرک وبت پرستی کا معاملہ، الحاد اور انکارِ خدا پر اسلام کے حقِ تنقید کے وجوہ اور بھی واضح ہیں۔ جب اسلام اور قرآن کو ایک خدا کی بندگی میں شرکت اور ساجھے داری کے تصور سے انکار ہے، تو یہ بات کہ خالقِ کائنات کا سرے سے انکار کیا جائے، اور اللہ رب العزت سے بغاوت اور مکمل سرکشی کے اعلان کے ساتھ زندگی بسر کی جائے، اسلام اور قرآن کی اس سے بیزاری اور اجنبیت بالکل واضح ہے۔ شرک وبت پرستی بلاشبہ ایسا گناہ ہے جسے قرآن کے لفظوں میں اللہ کبھی معاف نہیں کر سکتا[1] اور مشرک کا ٹھکانا ہمیشہ کے لیے جہنم اور جنت اس پر سدا کے لیے حرام ہے۔[2] اس کے باوجود الحاد اور انکارِ خدا کے مقابلے میں یہ جرم بہر حال ہلکا ہے۔ ایک شخص زمین وآسمان کے خالق کا اقرار کرتا ہے۔ انسان کے پیدا کرنے والے کو مانتا ہے۔ اسی کو اصلاً روزی رساں اور دنیا کے نظام کا حاکم ونگراں تسلیم کرتا ہے، البتہ غلطی اور بہکاوے میں آکر وہ اللہ کی ذات صفات میں اس کی ہی مخلوقات میں کچھ کو اس کا ساجھی قرار دیتا ہے اور اس کی کچھ توجیہات اور اس کے جواز کے حق میں فلسفے اور تاویلات پیش کرتا ہے، ایسا شخص بھی یقیناً مجرم ہے اور بہت بڑا مجرم ہے۔ لیکن دوسرے شخص کا جرم اس سے بہت بڑا اور بڑھا ہوا ہے جو علانیہ نفس خدائی کا انکار کرتا ہے، وہ زندگی میں اپنے آپ کو اپنا خدا اور مالکِ کل اور مختارِ کل خیال کرتا ہے۔ یہ شخص اللہ کا صریح باغی اور اس کا علانیہ مدّمقابل ہے اور اس حیثیت سے اس کا جرم شرک وبت پرستی کے گناہ سے بہت زیادہ شنیع اور گھناؤنا ہے اس لیے بجا طور پر کہا گیا ہے کہ الحاد اور انکارِ

---

[1] نساء: ۱۱۶

[2] مائدہ: ۷۲

Marfat.com

خدا کے مقابلے میں اللہ کو پسند ہے کہ شرک اور کفر کے ساتھ سہی لیکن اس کو یاد تو کیا جائے۔ ان اللہ یحب ان یذکر ولو من کافر[1] اور اسی لیے ہمیشہ سے علمائے دینیات نے الحاد اور انکارِ خدا کو شرک و بت پرستی کے مقابلے میں بڑا گناہ قرار دیا ہے[2] اور صانع کے انکار کے سبب دہریوں، زندیقوں اور فلک پرستوں کو جانوروں سے بھی بدتر اور گیا گزرا کہا گیا ہے[3]

معلوم ہے کہ الحاد اور انکارِ خدا کے فلسفے سے قرآن نے براہِ راست تعرض نہیں کیا ہے۔ کتاب اللہ کے نزدیک یہ خیال اتنا غیر عقلی اور غیر منطقی ہے کہ اس کو مستقل موضوعِ بحث بنانا تو کجا اس کو منہ لگانا بھی اس کو گوارا نہیں ہے۔ جب اللہ وحدہ لاشریک کی ذات و صفات میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا اور اس کو اس کا ساجھی دار بتانا ہی اس کو اتنا ناگوار ہے جس کی تفصیل اوپر گزری تو یہ بات کہ سرے سے اللہ کا ہی انکار کیا جائے اور اس کائنات کو بالکل بے خدا تسلیم کیا جائے یہ بے بنیاد فلسفہ اس کے لیے قابلِ تصور بھی کیوں کر ہو سکتا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ شرک و بت پرستی کے قرآن کے رد کے دلائل سے الحاد اور انکارِ خدا کا رد اپنے آپ ہو جاتا ہے۔ قرآن اللہ وحدہ لاشریک کی ذات و صفات کے سلسلے میں گمراہی اور کج روی کے لیے 'شرک اور کفر' کی دو اصطلاحیں استعمال

---

[1] ج: ۲ کی تفسیر میں مفسر ابو العالیہ کا قول۔ ابن قیم الجوزیہ م ۷۵۱ھ: احکام اہل الذمہ: ۲/۶۶۸ مطبعۃ جامعۃ دمشق، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء، طبع اولیٰ، تحقیق و تعلیق: دکتور صبحی الصالح۔

[2] عبد الرؤف المناوی م ۱۰۲۹ھ: التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۱/ ۱۹۸، دار الطباعۃ العامرہ، مصر ۱۲۸۶ھ

[3] کتاب الفقہ الاکبر للامام الاعظم ابی حنیفہ م ۱۵۰ھ مع شرحہ رئیس اہل السنۃ ابی منصور الحنفی الماتریدی م ۳۳۳ھ۔ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد الدکن، ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ۔ اصل الفاظ ہیں.... الدھریۃ والزنادقۃ و الافلاکیۃ.... ھم اشر من الدواب واخبثھا لانھم ینکرون الصانع ص ۲۸-۲۹۔ (دہریے زندیق اور فلک پرست جانوروں سے بھی بدتر اور گئے گزرے ہیں، اس لیے کہ وہ سرے سے کائنات کے کسی پیدا کرنے والے کا انکار کرتے ہیں)

Marfat.com

کرتا ہے: شرک، کی اصطلاح بت پرستی اور مورتی پوجا کی تمام شکلوں کا احاطہ کرتی ہے اور 'کفر' انکارِ خدا کی اصطلاح شرک و بت پرستی کے ساتھ الحاد اور انکارِ خدا کی متنوع صورتوں کا احاطہ کرلیتی ہے۔ دراصل زندگی میں اس کی سرگرم اطاعت کے انکار سے اللہ کا عملی انکار تو شرک و بت پرستی کی صورت میں بھی ہوجاتا ہے۔ اس لیے اس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ بڑے خدا سے قریب کرنے والے درمیان کے واسطے ہی عملاً 'خدائی' کا اصل درجہ لے لیتے ہیں اور ان کی آڑ لے کر معاملاتِ زندگی میں شرک پرست بالکل آزاد اور بے لگام ہوجاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں یہ کام پردہ داری کے ساتھ ہوتا ہے۔ صریح الحاد اور خدا کے انکار میں یہ پردہ بھی حائل نہیں ہوتا اور آدمی علانیہ خدا سے باغی ہوکر زندگی گزارنے کو اپنا فطری اور پیدائشی حق سمجھنے لگتا ہے۔ کتاب اللہ کی 'کفر' کی اصطلاح اسی حد تک الحاد اور انکارِ خدا کے فلسفہ سے تعرض کرتی ہے۔ شرک کی طرح اسے مستقل موضوعِ بحث بنانے سے تکدر اور انقباض ہے وہ اس غیر فطری فلسفۂ حیات کو براہ راست اپنا موضوعِ گفتگو بھی بنانے کو تیار نہیں ہے۔

جب الحاد اور انکارِ خدا کے فلسفے کی اسلام میں یہ حیثیت ہو اور قرآن اسے اس نظر سے دیکھتا ہو تو اس فلسفہ کے کسی پیروکار / پیروکاروں کی طرف سے یہ مطالبہ کہ آخری برحق شریعت اور اس کے پیش کردہ فلسفۂ حیات اور اس کے مختلف نکات پر اسے ویسا ہی آزادانہ نقد و نظر کا حق حاصل ہو جیسا کہ اسلام اور قرآن کو شرک و بت پرستی، باطل مذاہب اور انکارِ خدا اور الحاد پر تنقید کا حاصل ہے، اس کی مثال اس سے مختلف نہیں کہ شہر کا گندا پرنالا پوترگنگا کی برابری کا دعویٰ کرے۔ تپِ دق کا مریض اپنے معالج کو کھری کھری سنانے کا حق مانگے۔ زہریلی شراب کو اس کی اجازت ملے کہ وہ دودھ اور شہد کو منہ چڑھائے اور ان کے نقصانات اور مضرتوں کی تفصیلات بیان کرکے دنیا کو اپنے افکارِ عالیہ سے فیض یاب کرنے کی خام خیالی کا شکار ہو۔ شریعت کے اجتہادی اور عملی اور انتظامی

Marfat.com

دائرے کی بات الگ ہے جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے، لیکن مذاہبِ باطلہ کے ساتھ الحاد اور انکارِ خدا کے فلسفہ کو آخری شریعت کی اساسیات اور اس کے منصوص حصے پر تنقید و اعتراض کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی۔ یہی تقاضائے علم و آگہی اور یہی مقتضائے حق و انصاف ہے۔

غیر جانبدار دینداری پر تنقید

دیگر مذاہب اور الحادی افکار و نظریات پر اسلام کے حقِ تنقید کی وضاحت کے بعد انسانیت کا صرف ایک طبقہ باقی رہ جاتا ہے جس کی طرف سے یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ کیوں اسے اسلام پر بے لگام تنقید کا حق نہیں، جبکہ وہ دوسرے تمام افکار و مذاہب پر تنقید کو اپنا حق سمجھتا اور بوجوہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا نظر آتا ہے۔ یہ جماعت آج کے دور کی غیر جانب دار دینداری پر عمل پیرا جماعت ہے جس کی تعداد بہت بڑی اور روز افزوں ہے۔ آج کی دنیا میں سخت گیر (Committed) مذہب پرست اور سخت گیر (Committed) ملحدین اور منکرینِ خدا کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اکثریت، بلکہ بہت بڑی اکثریت انھیں لوگوں کی ہے جو مذہب کے معاملے میں غیر جانبداری کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ گہرائی سے جائزہ لیں تو یہ طبقہ بھی کئی طرح کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ایک طرح کے وہ لوگ ہیں جو مذہب کے بارے میں بہت کم سنجیدہ ہیں اور ان کی مذہبیت کا ڈانڈا بسا اوقات لامذہبیت سے مل جاتا ہے۔ بڑی تعداد ان کی ہے جو مذہب پسند ہیں لیکن مذہب کے بارے میں انھوں نے یورپ کے ایجاد کردہ اس تصور کی قسم کھا رکھی ہے کہ 'مذہب انسان کی ذاتی اور نجی زندگی کا معاملہ ہے، دنیا کے معاملات سے اس کا کوئی تعلق ہے نہ ہونا چاہیے'[1] فطری طور پر اسے مذہب کی اس قسم

---

[1] اس کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب 'مذہب کا اسلامی تصور' کا باب اول 'محدود تصورِ مذہب کا پس منظر'، محولہ بالا۔

Marfat.com

سے الرجی ہے جو اسے ذاتی زندگی کا معاملہ نہ مان کر پوری زندگی کا دین قرار دیتا ہے اور اصولی طور پر پورے معاشرے کی تشکیل فرد سے لے کر ریاست تک اسی کی اساس پر کرنا چاہتا ہے۔ اسلام چونکہ ایک ایسا ہی مذہب ہے جو ہدایتِ الٰہی کی بنیاد پر زندگی کی تعمیر کو دنیا و آخرت میں انسان کی کامیابی کی ضمانت قرار دیتا ہے۔

ابتدائے آفرینش سے وہ اس ہدایتِ الٰہی کی دنیا میں موجودگی کا قائل ہے جس کا آخری ایڈیشن اسلام ہے اور جو آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنی پختگی اور کمال کے آخری درجہ کو پہنچ چکا ہے۔ دنیوی زندگی میں روحانیت کی تکمیل اور اخروی نجات کے ساتھ دنیا چلانے کی بھی اس کے اندر بھرپور صلاحیت ہے اور خلافتِ راشدہ کی صورت میں انسانی تاریخ کے ایک مرحلے میں مثالی صورت میں اور اس کے بعد بھی بہت دنوں تک بحیثیت مجموعی وہ عملی طور پر اس کو چلا کر دکھا بھی چکا ہے اور آج بھی دنیا کے جس خطے میں جس حد تک اس کے فراہم کردہ قوانین پر مخلصانہ عمل ہو رہا ہے اس کی دنیوی خیر و برکت کا زمانہ معترف ہے۔

روایتی طور پر عیسائیت کا پیروکار یورپ چونکہ ابتداء ہی سے اسلام کا حریف رہا ہے اور اپنے ہاں کی نشاۃ ثانیہ کی صورت میں اپنے مذہب کا ناموافق تجربہ دیکھ کر اسے معاملاتِ دنیا سے بے دخل کرنے کے ساتھ اس نے نفس مذہب کی اس سے ایسی ہی بے دخلی کا صور پھونکا جس سے دنیا کی غالب ترین اکثریت متاثر ہے اور اسی کی پیروی میں اپنے فکری اور مذہبی سرمائے سے بہت زیادہ دلچسپی نہ دکھا کر سیکولر اساس پر نظامِ زندگی کی تشکیل کو مثالی اور نمونے کی چیز باور کرتا ہے۔ عیسائیت پرست یورپ اسلام اور اہلِ اسلام سے اپنے روایتی عناد میں اگر اسلام کی اساسیات و کلیات سے ہٹ کر اس کی شریعت کی مختلف جزئیات پر تنقید و اعتراض کو اپنا فرض سمجھتا ہے تو اس کی تنقید میں اس کا پیروکار یہ طبقہ اس تنقید کو دہرانا یا اس کی سر میں سر ملانے کو فیشن خیال کرتا ہے۔ اپنے روایتی عناد میں اپنی حسد اور کینے کی آگ کو بھانے کے لیے اگر یورپ

سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے لوگوں کو بانس پر چڑھاتا ہے تو یورپ کا پیروکار یہ طبقہ اس کی ہاں میں ہاں ملانے بلکہ بسا اوقات اس معاملے میں اپنے استاد سے بھی آگے نکل جانے کو ترقی پسندی اور روشن خیالی کی علامت باور کرتا ہے، حالانکہ دور بس رہی عیسائی دنیا کے مقابلے میں اس کے پڑوس میں رہ رہی مسلمان امت اس کی زیادہ مستحق تھی کہ متعلق مسائل میں اس کے نقطۂ نظر کو ہمدردانہ سمجھنے کی کوشش کی جاتی اور خدائی شریعت کا مذاق اڑانے کے بجائے اس کی قدر افزائی کر کے دنیا و آخرت میں اپنی سرخ روئی کا سامان کیا جاتا۔ لیکن بدقسمتی سے غریب یورپ کی تقلید میں یہ طبقہ بھی جیسے کہ اسلام پر تنقید و اعتراض کے لیے بالکل ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ عورت کے نان و نفقہ کا مسئلہ ہو یا مرد کے لیے چار شادیوں کی اجازت کی بات، پوتے کی وراثت سے محرومی کا مسئلہ ہو یا کم عمری میں شادی کی اجازت کی بات اسلامی شریعت کی ان جزئیات پر تنقید کرتے ہوئے یہ طبقہ بالکل بھول جاتا ہے کہ یہ کوئی مسلمانوں کے ایجاد کردہ قوانین نہیں، بلکہ خالقِ کائنات اور مالکِ کائنات ایک خدائے وحدہ لاشریک کی نازل کردہ آخری شریعت کی دفعات ہیں جن پر تنقید سب سے بڑے قانون ساز خدا پر تنقید ہے اور اس غلطی کا ارتکاب کر کے وہ اپنی دنیا ہی کا نقصان نہیں کرتا، اس سے بڑھ کر اپنی آخرت کا نقصان کرتا ہے۔

اس موقع پر یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی شریعت سراپا خیر ہے۔ اس کی تعریف ہی یہ ہے کہ یہ دنیا میں مصالح کے اصول اور مفاسد کے ازالہ کے لیے آئی ہے[2] اس لیے اوپر کی مثالوں میں مسلمان

---

[1] صرف آزاد ہندوستان میں ان مسائل کی تفہیم میں اسلامی موقف کی وضاحت میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے، انصاف پسند غیر مسلم کو مطمئن کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس سلسلے کی اکثر چیزیں ابھی صرف اردو میں ہیں جن کو جلد سے جلد ہندی اور انگریزی اور اسی طرح ملک کی دیگر علاقائی زبانوں میں لانے کی ضرورت ہے۔

[2] اس سے متعلق حوالے آگے کی بحث 'شریعت کی صحیح پہچان کی ضرورت' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

معاشرے کی بے احتیاطی اور لفظ روح کے ساتھ شریعت پر عمل نہ کر سکنے کے باعث اگر کچھ سماجی خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں، تو یہ بات خود شریعت کے منشا کے مطابق نہیں اور آخری شریعت عمل درآمد کی اس طرح کی وقتی خرابیوں اور برائیوں سے عہدہ برآ ہونے کی پوری طرح سے اہل ہے۔ امت کے اربابِ حل وعقد اور اس کے ارباب بصیرت کی یہ اہم ترین ذمہ داری اور اس کے زندہ اجتہاد واستنباط کا یہ فوری توجہ طلب مسئلہ ہے جس کے نتیجے میں بعض اوقات بہت سی اجازتوں اور گنجائشوں کو وقتی طور پر معطل بھی کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ مصالح کے حصول کے بجائے جن کے لیے ہی وہ رکھی گئی ہیں، مفاسد کا پیش خیمہ بن جائیں۔ لیکن اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے اسلامی احکام وقوانین پر بے محابہ اس طرح تنقید کی جاتی ہے جیسے کہ کمزور امت کی طرح اس کا دین بھی ایسا ہی کمزور ہے۔ حالانکہ دنیا میں بہت تھوڑی مہلت کے لیے آئے ہوئے انسان کا یہ سب سے بڑا خسارہ ہے۔ اس تنقید سے اسلام کا کچھ نہیں بگڑنے والا۔ چودہ سو سال پہلے عرب کی سرزمین میں یہودیت وعیسائیت اور شرک وبت پرستی کی مشترکہ قوت کے ذریعہ بھی اسے ایسے ہی اعتراضات کا ہدف بنایا گیا تھا۔ لیکن ان معترضین کا کیا انجام ہوا دنیا اس سے آشنا ہے۔ لیکن آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے ان کے امتیوں سے واسطہ ہو کر اسلام پر معترض طبقۂ انسانیت کا دنیا میں یہ انجام نہ بھی ہو تو دوسری دنیا کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں دوزخ اور نرک کے عذاب کا جو سب سے بڑا گھاٹا ہے، آخر اس کو کیوں کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ عیسائیت کو معاملاتِ دنیا سے بے دخل کر کے یورپ کو جو دنیا کو اپنی عقل اور تجربے کی اساس پر چلانے کا زعم ہے تو عالمی سطح پر اس نے اس نظریے کے پیروکار پیدا کئے ہیں اور ہر چند کہ معاملاتِ دنیا میں مذہب سے آزاد یورپ عیسائی قوم پرستی کے اپنے جذبے میں دنیا کے بہت سارے قدامت پرہ

Marfat.com

سے بھی زیادہ قدامت پرست ہے، چنانچہ آزادئ فکر و نظر کے اپنے تمام تر دعووں کے باوجود آج امریکہ کا صدر کوئی غیر عیسائی نہیں ہو سکتا۔[1] اس کے علاوہ یورپی نظامِ زندگی میں قدم قدم پر عیسائی اور غیر عیسائی کا جو فرق ہے وہ گفتگو کا ایک مستقل موضوع ہے، لیکن اس سے ہٹ کر جہاں تک دنیا کو ہدایتِ الٰہی کے بجائے انسانی عقل اور انسانی تجربے کی بنیاد پر چلانے کا یورپ کا جو اصرار ہے وہ اپنے کچھ قابلِ قدر پہلوؤں کے ساتھ خرابیوں سے پر اور برائیوں سے لت پت ہے۔ اس کے نتیجے میں عورت بے لباس ہی نہیں ہوئی ہے، شادی کا ادارہ ہی مفلوج ہو کر نہیں رہ گیا ہے بلکہ یورپ میں باقاعدہ ہم جنس پرستی کا قانون پاس کیا جا چکا ہے۔[2]

ظاہر ہے اس طریقۂ زندگی کا خلاصہ انسان کی خود مختاری اور معاملاتِ دنیا میں انسان کی مکمل آزادی ہے۔ اسلام کو انسان کی یہ حیثیت منظور نہیں۔ وہ اسے اپنی پوری زندگی میں اللہ کا بندہ دیکھنا چاہتا ہے اور جملہ معاملاتِ حیات کو ہدایتِ الٰہی کے مطابق چلائے جانے کو لازم خیال کرتا ہے۔ یہ بنیادی نقطۂ نظر کی تبدیلی کا سوال ہے۔ اسلام مسلمانوں کا ایجاد کردہ مذہب نہیں، بلکہ وہ اللہ کا دیا ہوا ایک ہی موجبِ نجات مذہب ہے۔ یہی حق ہے باقی سب باطل ہے۔ یہی سچ ہے باقی سب جھوٹ ہے۔ یہی روشنی ہے باقی سب اندھیرا ہے۔ یہی چھاؤں ہے باقی سب دھوپ ہی دھوپ ہے۔ یہی بینائی ہے، باقی سب اندھاپن ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہی زندگی ہے باقی سب موت ہے۔[3] اسلام کی اس حیثیت میں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ غیر اسلام کو بھی اس پر تنقید و اعتراض کا ویسا ہی

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ تکبیر کراچی ۱۳ جون ۱۹۹۱ء نصر اللہ خاں کا کالم زیر عنوان ' نیا عالمی نظام امریکہ کا بین الاقوامی سرکس۔
[2] تفصیل کے لیے ہماری کتاب ' اسلام کا نظریۂ جنس '، کا باب اول و سوم متعلقہ مباحث۔ شائع کردہ ادارۂ علم و ادب، علی گڑھ ۱۹۹۴ء بار اول۔
[3] کتاب اللہ کی بلیغ تعبیر: فاطر: ۱۹-۲۲

Marfat.com

حق ہو جائے کہ جیسا اسلام کو ان پر یہ حق حاصل ہے۔ یہ مسلمان قوم کی انا کا سوال نہیں، اللہ کے سچے دین کی معرفت کا مسئلہ ہے۔ پس بھلائی اور عزت اسلام پر بے قید تنقید میں نہیں بلکہ غیر اسلام پر اسلام کی تنقید کے مضمرات کو سمجھنے اور اس کو آنکنے میں ہیں۔ چشمۂ صافی کا حق ہے کہ اس سے اپنی پیاس بجھانے کا سامان کیا جائے، اس میں گندا پانی ملانے کا حق حاصل کر کے خوش ہونے اور پھولے نہ سمانے کی امید کسی سمجھ دار انسان سے نہیں کی جا سکتی۔

اسلام کے حقِ دعوت کا ثبوت

اسلام کی یہ حیثیت اپنے آپ میں مطالبہ کرتی ہے کہ اسے دنیا کے تمام انسانوں کو اپنی طرف بلانے اور انھیں اپنی پیروی کی دعوت دینے کا حق حاصل ہو۔ اس کا حق ہی نہیں بلکہ اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے ربِ کریم سے غافل انسان کو متوجہ کرے کہ وہ ادھر ادھر بھٹکنے کے بجائے اپنی پوری زندگی میں اس کا سچا بندہ بن جائے۔ جو بد قسمت انسان اپنی خواہشاتِ نفس یا غلط فلسفوں کے بہکاوے میں آکر خدا کا انکار کر بیٹھے ہیں وہ انھیں سمجھائے کہ ان کا یہ رویہ سچائی سے پرے ہے۔ وہ اپنے صحیح مقام سے ہٹ گئے ہیں اور زندگی میں انھوں نے اپنی حیثیت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ ان کی اصل بھلائی اس میں ہے کہ وہ ابھی سے سنبھل جائیں ورنہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں اس غلطی کی تلافی کے لیے کوئی موقع نہیں رہے گا۔ دنیا میں انسان کی فلاح و کامرانی اور اس کی سعادت کی راہ خدا بیزار فلاسفہ و مفکرین (Philosophers & Thinkers) کی پیروی میں نہیں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسولوں (Prophets) کے بتائے ہوئے طریقے کی پیروی میں ہے اور انبیائی طریقے کی پیروی اب صرف اسلام کے ذریعہ ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ اسی کی پیروی اختیار کر کے قیامت تک کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت حاصل کی جا سکتی ہے۔ یقینی آسمانی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور غالب امکانی / امکانی

Marfat.com

آسمانی مذاہب، صابئیت، مجوسیت، بدھ مت، جین مت، ہندو مت وغیرہ کی نسبت سے اسلام کے اس حق دعوت کی وجوہ اور بھی واضح ہیں جن کے بنیادی نکات اس سے پہلے تفصیل سے زیر بحث آچکے ہیں۔ اسلام کے نزدیک تعدّد مذاہب اور تعدّد ادیان کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کی بہت ہی سیدھی اور سچی منطق ہے کہ اس کائنات اور انسان کا پیدا کرنے والا ایک ہے اس لیے زندگی میں عبادت اور پرستش صرف اسی ایک ذات کی ہوسکتی ہے۔ اس نے کائنات اور انسان کو ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا ہے اور اپنی عبادت و بندگی ہی کو انسان کی پیدائش کا مقصدِ وحید قرار دیا ہے[1]۔ بندگی کے اسی طریقے کا نام 'اسلام' ہے جس کا پیغام پہلے انسان اور پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ کے سبھی سچے نبی اور رسول لاتے رہے۔ اللہ کے اس دین کے بنیادی نکات ہمیشہ سے ایک تھے صرف شریعت اور قانون کا معاملہ ارتقاء پذیر تھا۔ محمدی شریعت کے ذریعہ یہ ارتقاء بھی اپنی تکمیل کی آخری منزل کو آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے آخری نبی ہونے کے ساتھ آپؐ کی لائی ہوئی شریعت بھی اللہ کی آخری شریعت ٹھہری اور روئے زمین پر اب یہی اللہ کی آخری محفوظ شریعت ہے۔ یقینی آسمانی مذاہب میں یہودیت و عیسائیت نے اپنا چہرہ جس طرح مسخ کیا اور اپنی اصل حیثیت کو بدل کر اس کا کچھ کا کچھ بنا دیا، غالب امکانی / امکانی آسمانی مذاہب میں یہ مسخ اور حیثیت کی یہ تبدیلی اور بھی ابھری ہوئی ہے۔ جہاں تک آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے مذاہب کا سوال ہے تو ان کی بنیاد ہی غلط ہے جس کی تفصیل اس سے پہلے پیش کی جا چکی ہے۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب قیامت تک کے لیے اللہ کا کوئی رسول اور نبی اس زمین پر آنا نہیں ہے تو ان کے بعد ابھرنے والے کسی مذہب / مذاہب

---

[1] تفصیل کے لیے 'مذہب کا اسلامی تصور' عنوان باب دوم 'تخلیق جن والنس کا مقصد' محولہ صدر۔ وحدت ادیان کا نظریہ اور اسلام، عنوان 'مقصدیتِ کائنات اور مقصدیتِ انسان'، باب دوم، محولہ بالا۔

Marfat.com

کے آسمانی استناد کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ مذہب پر عمل کی اسلام کی مسلّم آزادی کے تحت اس طرح کے کسی بھی مذہب/مذاہب کی پیروی تو بلاشبہ اختیار کی جاسکتی ہے جس کے سلسلے میں آخری شریعت اپنی اصول پسندی میں کوئی روک نہیں لگاسکتی۔ لیکن اس سے ہٹ کر ظاہر ہے دیگر افکار اور مذاہب باطلہ کی طرح اسی نوعیت کے مذہب/مذاہب کو اللہ مستند دین کے آخری ایڈیشن پر تنقید واعتراض کے حق کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں دوسرے برسرِ غلط مذاہب وافکار کے پہلو بہ پہلو اسلام کا اس طرح کے مذہب/مذاہب پر یہ حق مسلّم اور کسی نزاع اور بحث وگفتگو سے اوپر ہے۔ باطل افکار و مذاہب پر اسلام کی یہ تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح اور اس کی دعوت کا لازمی حصہ ہے۔ اسلام کا اصل مقصود انسانیت کی اصلاح اور اس کو آنے والی ہمیشہ کی زندگی میں اس کو جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ اپنی دعوت کی اسی ضرورت سے اس کی مجبوری ہے کہ وہ ادیان وافکار کی غلطیوں کی نشاندہی کرے۔ ان کی کمزوریوں کو ایک ایک کرکے سامنے لائے۔ یہ ایک مذہب کی دوسرے مذہب پر بالادستی اور کسی قوم کی دوسری قوم پر برتری کا سوال نہیں۔ یہ اللہ کے سچے دین اور اس کے نزدیک معتبر فکر کی پہچان کا سوال ہے۔ یہ پہاڑی کا وعظ اور ہمدردی کی نصیحت ہے جو پیچھے کے خطرے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ بدقسمتی سے اس ہمدردی کو ٹھکرایا اور اس کی ناقدری تو کی جاسکتی ہے لیکن پہاڑی کے اوٹ میں پڑے لوگوں کو یہ حق بہرحال حاصل نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے تئیں واعظ اور ناصح کا مقام حاصل کرنے کے دعویدار ہوں راہ دکھانے کا کام آنکھ والا ہی کرسکتا ہے۔ الٹے اندھا راستہ بتانے کا دعویدار ہو تو اس سادہ لوحی پر اس کے ساتھ ہمدردی کا ہی اظہار کیا جاسکتا ہے۔ افکار و مذاہبِ عالم کے درمیان اسلام کی یہی حیثیت ہے۔ ضرورت ہے اس کی اس صحیح حیثیت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے لیے جو امت مسلمہ کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ دنیا کے تمام انسانوں

Marfat.com

کو بھلائی کی طرف بلائے، ان کے رُوبہ رُو اپنے قول وعمل سے حق کی گواہی پیش کرے، یہ خیرِ امت ہے اور اس کی 'خیریت' اسی کے ساتھ وابستہ ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے[۱] اور حدیث میں اسے 'شہداء اللہ فی الارض' کے خطاب سے نوازا گیا ہے[۲] آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے قرآن وحدیث کے یہ دعوے کوئی فخر ومباحات کا اعلان اور قومی انا کی تسکین کا موضوع نہیں یہی اس امت کی واقعی حیثیت ہے۔ اب دنیا والوں کی ذہانت اور سمجھ داری کا امتحان ہے کہ وہ اس کی اس حیثیت کو تسلیم کر کے اس دنیا کی کامیابی کے ساتھ دوسری دنیا کی اپنی کامیابی کا سامان کرتے ہیں یا نفس وشیطان کے بہکاوے میں آکر اس کی یہ حیثیت نہ مان کر دنیا نہ سہی تو اپنی عاقبت کی لازمی خرابی کا سودا کرتے ہیں۔

اسلامی اساسیات کو زیرِ بحث لانے کی صورت

لیکن اسلام کی اس حیثیت کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ صرف وہ بولے باقی سب چپ رہیں صرف وہ کہے باقی سب سنتے رہیں نہیں بلکہ مناسب موقع اور مناسب محل پر اس کی اساسیات تک کو زیرِ بحث لایا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے لیے روئے زمین پر اللہ کا سچا، معتبر اور اس کے نزدیک قابلِ قبول مذہب صرف یہی ایک۔ اسلام۔ ہے اور اسی کی بے چون چرا پیروی میں دنیا اور آخرت میں انسان کی نجات ہے۔ لیکن اس کی دینداری کا طریقہ املا کراتے اور اپنے کو تھوپنے اور مسلط کرنے کا نہیں۔ یہ عقلی دین ہے اور اس نے اپنی بنیاد ہی تعقّل اور تفکّر پر رکھی ہے۔ زور زبردستی اور جبریت کا اس کے یہاں کوئی گزر نہیں۔ اس کی کتاب۔ قرآن۔ قدم قدم پر اپنے مخاطبین کو سوچنے اور غور کرنے کی دعوت دیتی ہے اور اسی سوچ

---

[۱] آل عمران: ۱۱۰

[۲] بخاری جلد ۱ کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، اصح المطابع دہلی مسند احمد: ۲۶۱/۲، ۴۹۹ وغیرہ میمنہ، مصر ۱۳۱۳ھ

Marfat.com

اور غور پر اس کی دعوت کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ قرآن نے انسان کو جو توحید کا قائل کرنا چاہا، اس دنیا کے بعد دوسری دنیا کا نکھرا تصور پیش کیا اور انسانیت کی فلاح کے لیے رسالت اور نبوت کی ضرورت کو واضح کیا، تو ان کے مسائل کے سلسلے میں اس کا طریقہ کبھی صرف حکم نامہ جاری کرنے کا نہیں رہا۔ بلکہ آفاق وانفس اور تاریخ کے پھیلے ہوئے دلائل کی روشنی میں اس نے اس کو اس کا قائل کرنا چاہا ہے۔ دلائل کی یہی قوت اس کے یہاں غیر مذاہب وافکار کے ماننے والوں کے لیے بھی ہے جن کا اسلام کا قائل نہ ہو کر اپنے اپنے مذاہب وافکار سے وابستہ رہنے کا ہی اصرار ہو۔ اس سلسلے میں اپنے اپنے مذاہب اور خدا بیزار نظریات اور فلسفوں کے ماننے والوں کو تو وہ متعلق مذاہب و نظریات پر عمل کی بھرپور اجازت فراہم کرتا ہی ہے، اس سے آگے بڑھ کر اس کی نمائندہ کتاب۔ قرآن۔ حدود کی رعایت سے اپنے افکار و مذاہب کی حمایت اور ان کے حق میں اپنے دلائل و شواہد پیش کرنے کی بھی پوری پوری اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اپنے ماننے والوں کو وہ 'دعوت' کا ادب ہی یہ سکھاتا ہے کہ سمجھ داری اور حکمت[1] اور بھلی نصیحت کے ساتھ رب کے راستے کی طرف بلانے میں جب کبھی مباحثے اور مناظرے کی نوبت آجاتے تو اس سے بہتر سے بہتر طریقے سے عہدہ برآ ہوا جائے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ	(مسلمانو! دنیا والوں کو) اپنے رب
بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ	کے راستے کی طرف بلاؤ حکمت اور بھلی
الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ	نصیحت کے ساتھ اور ان کے ساتھ
ھِیَ اَحْسَنُ، اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ	مباحثہ ہو تو اس سے بہتر سے بہتر طریقے
اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ	سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرو۔

---

[1] صاحب جلالین نے حکمت کی تفسیر 'قرآن'، تفسیر الجلالین ۲/۳۶۳، اور صاحب موضح القرآن نے اس کا ترجمہ 'پکی باتیں' سے کیا ہے۔ موضح القرآن ۲/۶۲۰ ہم نے بقرہ: ۲۶۹، مائدہ: ۱۱۰ اور لقمان: ۱۲ وغیرہ کے حوالہ سے حکمت کو عام رکھا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

Marfat.com

سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○	تمہارے رب کو خوب پتہ ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے ایسے ہی صحیح راہ پر چلنے والوں کو اسے پورا پتہ ہے۔
(نحل: ۱۲۵)	

اس آیتِ کریمہ کی 'عبارۃ النص' اور ظاہری استدلال سے تو دعوت کے دیگر آداب میں 'بہتر طریقے سے مباحثہ' کی تلقین ہے۔ لیکن اس کی 'اشارۃ النص' اور باریک استدلال سے مخالفینِ دعوت کو اپنے افکار و مذاہب کے حق میں دلائل پیش کرنے کی اجازت کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے کہ 'بہتر مباحثے' کا موقع پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جبکہ فریق مخالف کو اپنی بات کہنے اور اسے منوانے کا پورا حق دیا جائے۔ ورنہ اگر اس کی حیثیت محض خاموش سامع اور دعوت کے روبرو صرف 'ہاں' کہنے والے کی ہی ہو تو ظاہر ہے کہ بحث اور گفتگو کا جب سرے سے موقع ہی نہ رہے تو بہتر مباحثے اور مناظرے کی تلقین کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے ہیں۔ دوسرے موقع پر اسی مضمون میں 'برائی کو بھلائی سے دفع کرنے' کی جو تلقین کی گئی ہے، اس کا بھی یہی تقاضا ہے اور اس کے مضمرات میں یہ بات پوری طرح شامل ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○	اور اس شخص سے بہتر بات اور کس کی ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں اور بھلائی اور برائی دونوں ایک جیسی نہیں ہو سکتیں تو برائی سے نبٹو اس طریقے سے جو بدرجہا بہتر ہو۔ نتیجے میں تم دیکھو گے کہ تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست بن گیا ہے۔
(حم السجدہ: ۳۴)	

سورۂ عنکبوت میں اہلِ کتاب کی صراحت سے یہ نکتہ مزید کھل جاتا ہے۔

Marfat.com

جس سے صاف ہو جاتا ہے کہ بہتر مباحثے کی یہ تلقین مخالف مذہبی عقائد و مسلّمات کے حوالے سے ہے اور حدود کی رعایت سے اسلام بین مذہبی مذاکرات و مباحثات (Inter-religious Dialogue) کو نہ صرف گوارا کرتا بلکہ اس کی بھرپور اجازت دیتا اور اس کو خوش آمدید کہتا ہے:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ	اور اہلِ کتاب سے اگر مباحثہ کی نوبت
الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ	آئے تو اس سے عمدہ سے عمدہ طریقے
اَحْسَنُ ز (عنکبوت: ۴۶)	سے عہدہ برآ ہو۔

آگے اپنے موقف کے حق میں ان کے دلائل اور ان کی گفتگو سن لینے کے بعد اہلِ اسلام کو اس جواب کی تلقین کی گئی جو اپنی سادگی اور نرمی کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے دلائل کا بھرپور توڑ رکھتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ کہ اہلِ کتاب اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کی صحیح پیروی اختیار کریں تو پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے کوئی جھگڑا نہ رہے۔ اللہ دونوں کا ایک ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان قرآن کے ساتھ تورات اور انجیل دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح اہلِ کتاب کا اپنی کتابوں کے ساتھ ایمان ہو جائے تو دین کے معاملے میں جھگڑے کی بحث ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوا۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ	اور (اے مسلمانو!) کہو کہ ہم ایمان لاتے
اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ	ہیں اس (کتاب، تعلیم) پر جو ہم تک اتاری
وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ	گئی ہے اسی طرح اس پر جو تم تک اتاری
وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ o	گئی ہے اور ہمارا اور تمہارا دونوں کا معبود
(ایضاً)	ایک ہی ہے اور ہم دونوں اس کے مطیعِ
	فرمان ہیں۔

اس دعوتی مباحثے میں اہلِ کتاب کی صراحت ان کی خصوصی اہمیت کے پیشِ نظر ہے۔ اس کے علاوہ کفار و مشرکین اور منافقین سے بحث و گفتگو کی تفصیلات

Marfat.com

سے قرآن کے صفحات بھرے پڑے ہیں ۔ اس سے قیامت تک کے لیے دوسری تمام مذہبی جماعتوں اور فکری دھاراؤں سے اس کے اسی انداز سے عہدہ برآ ہونے کا ثبوت نکلتا ہے۔ یہاں تک کہ اس معاملے میں اللہ کی کتاب اس حد تک آگے جانے کو تیار ہے کہ اہلِ کفر ونفاق اپنی مجالس میں اللہ کی کتاب کے متعلق بالکل بے سر پیر کی اڑا رہے ہیں، یہاں تک کہ اس کا کھلا انکار اور مذاق اڑا رہے ہوں جب بھی مناسب احتیاط کے ساتھ وہ اپنے ماننے والوں کو اپنی دعوت کو پیش کرنے کے مقصد سے ان مجالس میں شریک ہونے کی اجازت دیتا ہے[۱]۔ جب اللہ کا آخری دین مذہب کی اساسیات وکلیات کے معاملے میں اس فراخ دلی کا قائل ہے تو جزئیات وفروعات میں اس کی وسیع القلبی اور کشادہ ظرفی کا اندازہ بہت آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی جزئیات پر تنقید کے حدود

جب مذاہب وافکار کی اساسیات وکلیات کی بحث میں اپنے موقف کی وضاحت اور اسے پوری قوت کے ساتھ پیش کرنے کے ذیل میں اسلامی عقائد ومسلمات کو زیرِ بحث لانے کی اجازت حاصل ہو گئی تو پھر اسلامی جزئیات وفروعات پر اظہارِ خیال اور انھیں بحث وگفتگو کا موضوع بنانے کی غیر مسلم اشخاص کو بدرجۂ اولیٰ اجازت حاصل ہو گئی۔ اسلام جو عقلی اور فطری مذہب ہے تو اس کی یہ عقلیت پسندی اور مبنی بر فطرت ہونا صرف اس کے عقائد اور اس کی اساسیات وکلیات میں ہی جلوہ گر نہیں، اس کی جزئیات وفروعات میں بھی اس کی یہ عقلیت اور فطرت سے مطابقت اسی طرح جاری وساری ہے۔ اس کا توحید وآخرت

---

[۱] انعام: ۶۸-۶۹، نساء: ۱۴۰۔ انعام کی محولہ آیات کی تفسیر میں جلالین پیش نظر ہے۔ تفسیر الجلالین/ ۱۷۲، ۱۷۳ محولہ بالا۔

Marfat.com

اور رسالت ونبوت کا نکھرا ہوا تصور ہی فطرتِ انسانی کے عین مطابق اور انسان کے دل کی آواز نہیں، جملہ معاملاتِ زندگی سے متعلق اس کے احکام وقوانین بھی اسی طرح اس کے قلب ودماغ کو اپیل کرنے والے اور اعتدال وتوازن کا شاہ کار ہیں۔ لیکن جیسا کہ عقائد واساسیات میں اسلام کا رویّہ سرتاسر عقلی اور منطقی اور استنباطی اور استدلالی ہے، کتاب اللہ کا بہت بڑا حصہ اسی کی تفہیم وتشریح سے پُر ہے۔ احکام و قوانین کی اس کی آیات اس سے بہت کم ہیں جتنی کہ توحید کے اثبات، شرک کی نامعقولیت اور رسالت اور آخرت کی ضرورت سے متعلق ہیں۔ کتاب اللہ کا یہ بڑا حصہ سرتاسر عقلی اور استدلالی ہے، اس میں انسانی ذہن کو دلائل وبراہین کی قوت سے اپنے نقطۂ نظر کا قائل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور الٰہیات کے مسائل کی معقولیت وموزونیت کے حوالہ سے اس کے اندر اطمینان اور انشراح کی کیفیت پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اسلام نے معاشرت، معیشت، سیاست اور حکومت سے متعلق جو تفصیلی احکام وقوانین دئیے ہیں ان کے اندر بھی جبریت اور زور زبردستی سے اپنی بات منوانے کی جگہ ان کی عقلیت ومنطقیت اور انسانی زندگی کے لیے ان کی موزونیت کی بنیاد پر مخاطب کو ان کا قائل کیا گیا ہے۔ کتاب اللہ میں احکام وقوانین کا جو مختصر حصہ ہے اس میں جا بجا اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور املا کرانے کے بجائے انسانی ذہن کو اس کے سلسلے میں پوری طرح مطمئن کرنے اور تشفی سے ہمکنار کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسلامی شریعت اور اس کے احکام وقوانین کے حِکَم ومصالح کی باقی تفصیلات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علمائے امت اور فقہائے اسلام کے ذریعہ روشنی میں لائی گئی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ آج کے عقلی اور سائنٹفک سوچ کے دور میں مسلمان امت ان احکام وقوانین کی حکمتوں اور مصلحتوں کی قرار واقعی تفہیم دنیا کو کرا سکے تو دعوتِ اسلامی کا ایک بہت بڑا مرحلہ سر ہو جائے اور سلیم فطرتوں کے اندر ان کے لیے وہ بے چینی اور تڑپ پیدا ہو کہ:

Marfat.com

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف   بہ امید آں کہ روزے بہ شکار خواہی آمد

کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ لیکن اس کے باوجود مذہبی مباحثے اور مذہبی مناظرے میں اساسیات و کلیات کے ساتھ اسلامی جزئیات و فروعات کو بھی معرض بحث میں لانے کی پوری اجازت ہے۔ البتہ اساسیات کی طرح جزئیات کے سلسلے میں بھی کچھ آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ کہ اسلامی اساسیات کی طرح اس کی جزئیات پر بھی گفتگو اور اظہار خیال مناسب موقع اور مناسب فورم سے ہی کیا جانا چاہیے اور اس کا لب ولہجہ ہر حال میں شائستہ اور باوقار ہونا چاہیے۔ شرک وبت پرستی اسلام کو جیسی کچھ ناگوار ہے معلوم ہے۔ اس کے باوجود جب وہ اپنے ماننے والوں کو اہل شرک کے خداؤں کو علانیہ برا بھلا کہنے سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (انعام:۱۰۸)	اور کافر اور مشرک لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر جن دوسری ہستیوں کو پکارتے ہیں (اے مسلمانو!) تم ان کو برا بھلا مت کہو کہ وہ ضد میں آکر بے سمجھے بوجھے اللہ کو بھی برا بھلا کہنے لگیں۔

تو اہلِ اسلام کا بھی غیر مسلم انسانیت کی نسبت سے یقیناً یہ حق بنتا ہے کہ اسلامی اساسیات و فروعات پر اس کا تنقید و اعتراض کچھ حدود و آداب کا پابند رہے۔ اور آزادیٔ فکر و نظر کے بہانے سے کچھ لوگوں کی دل آزاری اور ان کے جذبات کی پامالی سے احتراز کیا جائے۔ اس سلسلے میں بلاشبہ آبادی کا مخصوص تناسب اس کے بہت سارے مسائل کو اپنے آپ حل کر دیتا ہے، اس کے لحاظ سے مسلمان اکثریت کے ملکوں اور علاقوں میں شاید اس کا بڑا مسئلہ نہ ہوگا، لیکن ہندوستان اور امریکہ جیسی کثرتیت کی حامل (Pluralistic) آبادی والے ملکوں اور علاقوں کے لیے بھی اظہارِ خیال کے اس مثالی ضابطہ اخلاق (आदर्श आचार संहिता)

Marfat.com

کا لحاظ ہر طرح سے مناسب اور موزوں ہوگا۔ شرافت و اخلاق اور لوگوں کے جذبات و احساسات کا لحاظ اگر انسانی زندگی کی قیمتی قدر ہے تو زندگی کے دوسرے دائروں کی طرح بحث و نظر اور اظہارِ خیال کے دائرے میں بھی اسے ہر طرح مطلوب اور مستحسن ہونا چاہیے۔ موقع کا فائدہ اٹھا کر اظہارِ خیال کی جارحیت اور اوچھا پن طبیعت کی بڑی پستی کی علامت ہے اور کسی بھی شریف اور وضع دار انسان سے اس گراوٹ کی امید نہیں کی جاتی ہے۔

۲۔ اسلامی اساسیات و کلیات سے زیادہ اس کی جزئیات و فروعات کے سلسلے میں دوسری چیز لحاظ رکھنے کی یہ کہ ان کی نسبت سے اعتراض برائے اعتراض اور تنقید برائے تنقید سے اجتناب کیا جائے۔ اسلام اور اس کی شریعت کسی انسانی ذہن کی پیداوار نہیں۔ یہ خالقِ ارض و سماء کی عطا کردہ شریعت ہے جو سرتاپا علم اور سرتاپا حکمت ہے۔ اس کے عطا کردہ احکام و قوانین ہی میں انسانیت کی حقیقی فلاح اور اس کی حقیقی بہتری مضمر ہے۔ بدقسمتی سے انسانیت کا جو طبقہ اس دین اور شریعت کو تسلیم نہیں کرتا وہ اس پر تنقید و اعتراض کے لیے بھی آزاد ہے۔ لیکن یہ تنقید و اعتراض اس کے لیے نتیجہ خیز بلکہ اس کی قسمت پلٹنے والا ہو سکتا ہے اگر وہ اسلامی احکام و قوانین پر پٹے پٹائے اعتراضات اور دوسروں کی جگالی کرنے کے بجائے گہرائی میں جا کر ان کی حِکَم و مصالح کو جاننے اور سمجھنے اور صحیح طریقے پر ان کو آنکنے کی کوشش کرے۔ فکری جبریت اور شدت پسندی اس دین کے مزاج کے خلاف ہے۔ یہ تفہیم اور تشریح کا دین ہے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی ذمہ داری کے ساتھ اس دنیا میں بھیجے گئے کہ وہ دین کے کسی حصّے کے سلسلے میں سامنے آنے والے اشکال و اضطراب کو رفع کریں اور اس کی نسبت سے لوگوں کے ذہن میں کوئی تردّد اور خلجان باقی نہ رہے[1] اس خصوص میں علماء امت

---

[1] تفصیل کے لیے: مذہب کا اسلامی تصور، باب دوم کی بحث "تبیین احکام" زیرِ عنوان: آخری نبی محمد ﷺ

Marfat.com

قیامت تک کے لیے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں اور ان کا فرضِ منصبی ہے کہ اس ذمہ داری سے وہ باحسن وجوہ عہدہ برآ ہوں۔ اسلامی شریعت پر تنقید و اعتراض ہو تو بات سمجھنے کی بھی کوشش کی جائے۔ دراصل اسی میں اعتراض کا مزہ ہے اور اس کی اسی صورت میں غیر مسلم انسانیت کا حقیقی نفع اور فائدہ ہے۔

شریعت کی صحیح پہچان کی ضرورت

اس موقع پر اسلامی شریعت کی صحیح پہچان اور اس کی واقعی حیثیت کو سمجھنے کی ضرورت کا شدید احساس ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں بالخصوص برصغیرِ ہند کے پس منظر میں لبرل طبقے کی طرف سے آزادئ فکر و نظر کے حق کا فائدہ اٹھا کر اسلامی شریعت کی مختلف دفعات پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، ان کے سلسلے میں پوری شدّ و مد سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ خدانخواستہ شریعت کے احکام و قوانین انسانی مصالح کے خلاف ہیں اور ان قوانین کی وجہ سے جو سماجی اور معاشرتی نقصانات لاحق ہوتے ہیں، لبرل دانشور طبقہ کی مجوزہ اصلاحات سے انہی نقصانات کی تلافی کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کے ریفارمر اور مصلح ہونے کی یہ تصویر اپنے آپ کو مستلزم ہے کہ معاذ اللہ اسلامی شریعت بے لاگ طریقے پر انسانی مصالح کا تحفظ کرنے سے قاصر ہے۔ انسانی معاشرے کی بھلائی اور بہتری اس میں نہیں جو اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی شریعت انسانی زندگی کی قانونی ضروریات کو کماحقہ پوری کرنے کی اہل نہیں۔ اس کی اس کمی کی تلافی ہمارا دانشور اپنے قیمتی افکار و خیالات سے کرنا چاہتا ہے جس پر اسے پوری انسانیت کی طرف سے شکریے اور تبریک کا مستحق ہونا چاہیے۔ بہت ادب

= عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات صفحات ۱۹۲ – ۲۹۷ طبع مذکور۔

Marfat.com

سے عرض ہے کہ اسلامی شریعت کے سلسلے میں یہ تاثر حقیقت سے پرے اور نظر ثانی کا محتاج ہے۔ " اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ[1] " آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا، کے ذریعہ اللہ نے جو اعلان کیا ہے تو اس دین کی کاملیت اور پختگی ہر پہلو سے ہے۔ اس میں یہ بات تو شامل ہے ہی کہ قرآن کی آخری کامل شریعت کے بعد قیامت تک کے لیے کوئی دوسری کتاب اور دوسری شریعت نہیں آئے گی۔ ساتھ ہی اس میں یہ بات اسی اہتمام اور اسی قوت سے شامل ہے کہ یہ شریعت ہر پہلو سے مکمل اور پختگی اور تکمیل کے آخری درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ انسانی زندگی کا یہ سب سے بہترین قانون ہے جس سے بڑھ کر کسی دوسرے قانون کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی میں مثالی قانون سازی کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ کتابِ قانون میں جو معلومات فراہم کی گئی ہوں اس میں کوئی بات خلافِ واقعہ نہ ہو، دوم یہ کہ اس کے اندر عدل وانصاف کے تقاضوں کو بدرجۂ کمال پورا کیا گیا ہو۔ اللہ کا کلام اس سلسلے میں رتبۂ کمال کے آخری درجے کو پہنچا ہوا ہے:۔

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ	اور (اے نبی) تیرے رب کی بات سچائی
صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ	اور انصاف میں درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی
لِکَلِمٰتِہٖ ج وَھُوَ السَّمِیْعُ	ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا
الْعَلِیْمُ ○	نہیں ہے اور وہ بڑا سننے والا، جاننے
(انعام: ۱۱۵)	والا ہے۔

آیتِ کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے بجا طور پر کہا ہے:

فکل ما اخبر به فحق	پس جو کچھ اللہ نے بتا دیا ہے وہی
لا مرية فيه ولا شك	سب سے بڑھ کر حق ہے جس کے سلسلے
وکل ما امر به فهو العدل	میں کسی شبہ اور تردد کی کوئی گنجائش
الذی لا عدل سواه وکل	نہیں ہے اور جن باتوں کا اس نے

---
[1] مائدہ: ۳۔

Marfat.com

ما نہاہ عنه فباطل فانه لا ینہیٰ الا عن مفسدة [1]

حکم دیا ہے اسی میں انصاف کی ضمانت ہے جس سے بڑھ کر انصاف کی کسی دوسری صورت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح جس چیز سے اس نے منع کیا ہے وہ سرتاسر باطل ہے۔ اس لیے کہ وہ جس چیز سے منع کرے اس کا مطلب ہی ہے کہ برائی اور خرابی کے سوا اس میں اور کچھ نہیں ہے۔

کتاب اللہ کے ذریعہ انسانی زندگی کی قانون سازی کی یہ ضرورت اصولی اور کلی طور پر اور مختلف معاملات و مسائل سے متعلق اہم دفعات کی نشاندہی سے ہوتی ہے جس کی مزید تفصیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور فقہاء کے اجتہاد سے پوری ہوتی ہے اور اس طرح اس کی وہ قانونی شبیہ ابھرتی ہے جو نہ صرف یہ کہ انسانی زندگی میں مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کا ذریعہ ہے بلکہ صرف اسی کے ذریعہ زندگی میں مصالح کو حاصل کیا جا سکتا اور مفاسد سے بچا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو مسلم علمائے دینیات جا بجا شریعت کی تعریف میں فرماتے ہیں:

والشریعة جاءت بتحصیل المصالح وتکمیلها وتعطیل المفاسد وتقلیلها [2]

شریعت مصالح کے حصول اور اسے منتہائے کمال تک پہنچانے کے لیے آئی ہے۔ اسی طرح اس کا مقصد مفاسد کے خاتمہ اور اسے کم سے کم کرنا ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے یہی نامور عالم دین دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

الشریعة..... مبناها علی

شریعت کی..... بنیاد ہی اس پر ہے کہ

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۱۶۸

[2] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱/ ۲۶۵

Marfat.com

تحرّی ما ھو للہ اطوع وللعبد انفع ، وھو الاصلح فی الدنیا والاخرۃ[1]

وہ اس کا پتہ لگائے کہ کس طریقے کی پیروی میں اللہ کی زیادہ سے زیادہ اطاعت کی جاسکتی ہے، اسی طرح بندے کے لیے کون سی چیز زیادہ سے زیادہ سود مند اور دنیا و آخرت میں اس کے لیے ایسے ہی فائدہ مند ہے۔

اور یہ صرف آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی لائی ہوئی آخری شریعت ہی کی بات نہیں، ہمیشہ سے اللہ کے رسولوں کا یہی مطلوب و مقصود رہا ہے۔ اپنے اپنے زمانے میں اللہ کے ہر نبی اور ہر رسول نے یہی خدمت انجام دی ہے جو آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری شریعت کے ذریعہ اپنے اوجِ کمال کو پہنچی ہے:

مقصود الرسل حفظ النوع البشری ، واقامۃ مصلحۃ معاشہ ومعادہ:[2]

رسولوں کے بھیجنے کا مقصد نوعِ انسانی کا تحفظ اور اس کی دنیا و آخرت کی مصلحت کو یقینی بنایا ہے۔

آج کے انسان کی نظر صرف دنیا کی مصلحت تک محدود ہے۔ آخری شریعت اس سے بڑھ کر اس کی دنیا و آخرت دونوں کی مصلحت کے حصول کا سامان کرتی ہے۔ اس کی روشنی میں ہمارے دانشور طبقے کو اسلامی شریعت کی نسبت سے اپنے نقطۂ نظر کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ آخری شریعت پر تنقید کر کے اپنے خیال کے مطابق انسانیت کے لیے جس مصلحت کی نشاندہی کرنا چاہتا ہے وہ اس کے لیے مصلحت نہیں مفسدت ہے۔ اس میں اس کا فائدہ نہیں بلکہ صریح نقصان ہے۔ یہ اس کے نفع کا نہیں بلکہ اس کے گھاٹے کا سودا ہے۔ یہ شریعت

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ ۴/۱۰۷

[2] حوالہ سابق ص ۹۹

Marfat.com

اس خالقِ ارض وسما کی عطا کردہ ہے جو سراپا علم اور سراپا حکمت ہے۔ جیسا کہ اپنی کتاب میں قانون سازی کی مختلف دفعات میں جا بجا اس کا حوالہ دیا گیا ہے[1] پس انسانی زندگی کے لیے مصلحت صرف اس قانون سازی میں ہے جو اس شریعت کے دائرے کے اندر ہو اور جس کا منشا معتبر اجتہادِ شرعی کے ذریعہ اس کے پنہاں پہلوؤں کو سامنے لاتا ہو۔ علمائے امت کی اس منصبی ذمہ داری میں دانشور طبقے کی مناسب حصہ داری تو ہر طرح سے خوش آئند ہے بشرطیکہ وہ پابندِ حدود اور آداب آشنا ہو، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ لیکن اس حصار کو توڑ کر اسلامی احکام و قوانین پر بے قید و بے لگام تنقید کو اگر معاشرے کی بھلائی اور خیر خواہی کا نام دیا جا رہا ہے تو یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ ربِ کریم سے غافل انسان کی یہ غلط فہمی جس قدر جلد دُور ہو سکے اس کے حق میں یہ اتنا ہی بہتر ہے۔ دنیا کی زندگی میں اس کا نقصان محسوس نہ بھی ہو سکے تو آخرت میں یہ بالکل نگاہوں کے سامنے ہوگا اور جس کی تلافی اور بھرپائی کی کوئی صورت وہاں ممکن نہ ہو سکے گی۔

صالح آزادیٔ فکر و نظر کی قدر افزائی

تفصیلاتِ بالا کی روشنی میں واضح ہے کہ اسلامی عقائد و افکار پر گفتگو اور اظہارِ خیال ایک حد اور ایک دائرے کے اندر ہی رہ کر جائز اور مناسب ہو سکتا ہے۔ اسلام کے حوالہ سے گفتگو اور اظہارِ خیال کے لیے مفید اور نتیجہ خیز دائرہ دراصل دوسرا ہے اور غیر مسلم انسانیت کی طرف سے اس دائرے میں صالح اظہارِ خیال کی اسلام ہر طرح سے حوصلہ افزائی کرتا ہے اور نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ کھلے دل سے اس کی پذیرائی کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ انسانی زندگی میں عقائد و مذہبیات کی ہمیشہ سے ایک مخصوص منطق رہی ہے۔ جن کے سلسلے میں بے قید

---

[1] نمونہ کے لیے یہ چند آیات بقرہ: ۱۸۰، ۲۲۰، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۴۰، نساء: ۱، ۱۱، ۱۲، ۱۹، ۳۲، ۳۴، ۳۵۔ طلاق: ۱، ۲۔ تحریم: ۲ وغیرہ

Marfat.com

اور بے لگام اظہارِ خیال کو کبھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ تھوڑی سی سنجیدگی اور طبیعت کی ذمہ داری سے آج کا ہمارا لبرل ذہن بھی اس رویّے کی معقولیت اور موزونیت کو آسانی کے ساتھ محسوس کرسکتا ہے۔ اس لیے اسلام اور اسلامی شریعت جیسے ایک ہی سچے اور اللہ کے نزدیک معتبر مذہب اور قانونی نظام کے سلسلے میں بے قید و بے لگام لبرل اور اباحی تنقید و اعتراض کی تو گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اس سے ہٹ کر آزادیٔ فکر و نظر کی وسیع جولان گاہ ہے اور بلاشبہ اس دائرے میں غیر مسلم انسانیت کی آرا و افکار سے استفادہ میں اسلام اور اسلامی شریعت کو کوئی تردّد اور تحفظ نہیں ہے۔ دراصل یہی دائرہ آج کے مخصوص آزاد خیال طبقے کے مناسبِ حال ہے، اس کا وہ اہل ہے اور اسی حصار میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس کی قوتِ فکر و نظر کا موزوں اور قابلِ قبول استعمال ممکن ہو سکتا ہے۔ آج کے اختصاص کے دور میں یوں بھی ہر شخص کا ہر معاملے پر ٹانگ اڑانا اچھا نہیں لگتا۔ اپنے مخصوص دائرے میں رہ کر ہی کسی شخص کی صلاحیت انسانیت کے لیے کوئی مفید چیز سامنے لانی اور لا سکتی ہے۔ اس خیال کی موزونیت کو اس سے اور تقویت ملتی ہے کہ آج کے دور میں الٰہیات اور مابعد الطبیعیات کے مسائل عام طور پر پردۂ خفا میں جا کر اوپری سطح پر زندگی میں صرف 'افادی' نقطۂ نظر کا دور دورہ ہے۔ مخصوص معاملات سے ہٹ کر حکومت و سیاست کی پوری مشینری اپنے عوام کو دنیا کا زیادہ سے زیادہ آرام اور سکھ پہنچانے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ فرد کی زندگی میں بھی یہی 'افادیت' اس کا مطمحِ نظر بن گئی ہے اور اجتماعیات کا پورا نظام بھی اسی نقطے کے گرد گردش کرتا نظر آتا ہے۔

اسلامی شریعت کے متعلق بات آ چکی ہے کہ وہ زندگی میں مصالح کے حصول کا ایک ہی ذریعہ اور اس کے خیال کے مطابق صرف اسی کے احکام و قوانین سے حیاتِ انسانی سے مفاسد کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ اس کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اصولی طور پر شریعت اور آج کے لبرل ذہن کے درمیان کوئی تضاد اور کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ شریعت بھی انسان کو دنیا میں زیادہ سے زیادہ خوش حال اور پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی ہے۔

Marfat.com

اور اسی چیز کو اپنی مختلف ترجیحات کے ساتھ اپنے لیے آج کا انسان چاہتا ہے۔ زندگی کیسے زیادہ سے زیادہ خوشگوار ہو اور انسان کو کس طرح زیادہ سے زیادہ آرام ملے؟ یہی چیز آج کا انسان چاہتا ہے اور یہی اللہ کی آخری شریعت کا منشا ہے جس کا ہی دوسرا نام "اسلام" ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ مصالح کے حصول میں سیکولر انسان کا ذہن اسی حیاتِ مستعار تک محدود ہے۔ جبکہ اللہ کی آخری شریعت اس سے آگے بڑھ کر اس دنیا کے ساتھ اس کی دوسری دنیا کے مصالح کے تحفظ کی بھی آرزو رکھتی ہے۔ لیکن کھلی ہوئی بات ہے کہ زندگی ارتقاء پذیر ہے اور اس کے بدلتے تقاضوں کے پیش نظر جامع سے جامع انداز کی بھی کوئی ایسی قانون سازی نہیں کی جاسکتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی میں مصالح کے حصول کے لیے کفایت کرتی ہو اور آئندہ اس میں کسی اضافے اور کسی ترمیم کی ضرورت نہ ہو۔ یہ چیز جو ناممکن ہے، اسلامی شریعت بھی اس حقیقت کو بالکل اسی طرح لیتی ہے۔ چنانچہ زندگی میں مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کے لیے قانونی تقاضوں کی تکمیل ایک حد تک تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعہ کردی گئی ہے۔ اصولی طور پر تو انسانی زندگی کی یہ ضرورت ان کے ذریعہ بدرجۂ اتم پوری ہوتی ہی ہے، متعلق جزئیات وفروعات کا بھی بہت بڑا حصہ ان کے صفحات میں متعین طور پر واضح ہے۔ جن کی مزید تفصیل، توضیح اور توسیع خیر القرون عہد صحابہؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے بعد آج تک ہوتی آئی ہے اور ہو رہی ہے۔ اسی کا دوسرا نام اجتہاد ہے جس کا دروازہ نہ صرف یہ کہ قیامت تک کے لیے کھلا ہوا ہے بلکہ علمائے امت کے فریضۂ منصبی کا یہ اہم ترین حصہ ہے کہ وہ امت اور انسانیت کی قانونی ضروریات کی تکمیل کے لیے ہمیشہ تیار اور مستعد ہوں اور تاریخ کے کسی مرحلے میں ان کی طرف سے اس کے سلسلے میں کوتاہی اور غفلت کا مظاہرہ نہ ہونے پائے۔ قانون سازی کی یہ ذمہ داری اصلاً تو امت کے علماء اور اس کے اربابِ فکر ونظر کی ہے لیکن کوئی وجہ

Marfat.com

سمجھ میں نہیں آتی کہ تفصیلات کے استقصاء اور جزئیات کی جامع دفعہ سازی میں اگرچہ مسلم انسانیت یا ریاست کے غیر مسلم شہریوں کی طرف سے کچھ ایسے مشورے یا نکات سامنے آتے ہیں جو آخری برحق شریعت کے کسی حکم صریح سے نہ ٹکرا کر اس کے منشاء و مراد کی تکمیل میں معاون ہوتے ہیں، تو انھیں کیوں تسلیم نہ کیا جائے اور ہر حال میں انھیں رد کرنا ہی ضروری ہو۔ عوامی زندگی میں تو افکار و خیالات کا یہ تبادلہ اور اخذ و استفادہ سودمند اور بارآور ہو گا ہی اسلامی مقنّنہ کے غیر مسلم ارکان کو بھی اس کے دائرے سے بالکل باہر رکھنا بہت زیادہ موزوں اور مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

غیر مسلم انسانیت کے صالح آزادیٔ فکر و نظر کے استعمال کا ایک تو یہ دائرہ ہوا۔ دوسرا اس سے بہت زیادہ وسیع اور اس طبقۂ انسانیت کی بالخصوص آزادیٔ فکر و نظر کی اصل جولان گاہ ہے۔ یہ دائرہ ہے سماج اور ریاست کے انتظامی امور و مسائل اور اس کے نظم و انصرام کی تفصیلات کی تعیین کا۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو صالح آزادیٔ فکر و نظر کے استعمال کا بہت بڑا میدان ہے جس میں آخری الٰہی شریعت اہلِ اسلام کے ساتھ غیر مسلم انسانیت کی محنتوں اور کاوشوں کی نہ صرف قدر افزائی کرتی بلکہ ان سے مناسب اخذ و استفادہ کو اپنے لیے لازم خیال کرتی ہے۔ اسلام کی اصولی حیثیت اس کا مطالبہ کرتی اور اس کی تاریخ سے اس کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں نظامِ ملکی کو چلانے میں بالخصوص ڈھائی تین سو سال کی سیکولر ذہن کی اپج سے عدلیہ، انتظامیہ اور مقنّنہ کی جو تفصیلات مرتّب ہوئی ہیں اور ان کی اساس پر حکومت و سیاست اور معاشرے کی فلاح و بہبود کا جو جامع اور مربوط و مستحکم خاکہ مرتب ہوا ہے۔ حکومت کا جمہوری ڈھانچہ اپنی جملہ تفصیلات کے ساتھ، ریلوے، ڈاکخانے، بندوبست آراضی و بینکنگ وغیرہ کے نظام کی تفصیلات اپنے فنی اور تکنیکی پہلو کے بہت بڑے حصے میں غیر جانبدار نوعیت

Marfat.com

کی چیزیں ہیں۔ جن کے وہ تمام حصے آخری شریعت کے لیے بعینہٖ قابلِ قبول ہیں جن کا اس سے ٹکراؤ نہ ہوتا ہو یا جن کا اس سے بہتر دوسرا متبادل موجود نہ ہو۔ بلکہ صحیح بات اس سے آگے کی ہے کہ انتظامی امور و مسائل کے اس وسیع دائرے میں آج کے دور کے سیکولر نظام کے تفصیلی مطالعہ اور اس کے جذب و انجذاب کے بغیر شریعتِ اسلامی کے مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کے کلیے کی تکمیل نہیں کی جا سکتی۔ ادھر کئی سو سال کے عرصے سے امت کے دیندار طبقے کی بوجوہ امور و معاملاتِ دنیا سے دوری رہی ہے اور اس کے تغیر پذیر تقاضوں کو سمجھنے اور برتنے سے وہ قاصر رہا ہے۔ اس صورت میں شریعت سے غیر متصادم سیکولر نظام، زندگی کی تفصیلات وجزئیات سے بھرپور استفادہ کیے بغیر چارہ نہیں۔ غیر مسلم انسانیت کی طرف سے آزادئ فکر و نظر کے استعمال کا یہ وسیع دائرہ ہے اور ماضی کی طرح حال و مستقبل میں بھی اس کی طرف اس سلسلے کی کوششوں کا بہت بڑا حصہ قابلِ قبول اور اسلام اور امتِ مسلمہ کی طرف سے شکریئے کا مستحق ہے یہی اس کی فکر و نظر کی اصل جولان گاہ ہے اور اسی دائرے میں اس کی طبیعت کی روانی خود اس کے اور انسانیت کے لیے خیر و برکت کی موجب ہے۔ غیر مسلم انسانیت کے صالح اور مطلوب فکر و نظر کا تیسرا دائرہ مسلمان اکثریت ملکوں/علاقوں کی غیر مسلم اقلیت کی فلاح و بہبود اور اس کی بہتریٔ احوال میں سعی و کوشش ہے۔ ذمہ دار اسلامی ریاست تو اپنے غیر مسلم عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہر طرح سے فکرمند ہوگی ہی جو عین اس کے دین اور مذہب کا تقاضا ہے، اس کے سلسلے میں وہ اپنے مسلمان علماء اور دانشوروں کے ساتھ اپنے غیر مسلم شہریوں کے افکار و خیالات اور ان کی تجاویز اور مشوروں سے بھرپور استفادہ کرے گی۔ اس دائرے میں غیر مسلم انسانیت کا آزادئ فکر و نظر کے اپنے حق کا استعمال صرف اسے گوارا ہوگا، بلکہ اس گراں قدر تعاون کے لیے وہ اس کی شکرگزار ہوگی۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ آج کے بین الاقوامیت کے دور میں ذمہ دار اسلامی ریاست کے لیے غیر مسلم/غیر مسلم اکثریت ممالک کے نظامِ حکومت و سیاست

Marfat.com

کے تفصیلی ڈھانچے کے صالح اجزاء سے اخذ و استفادہ میں کوئی تردّد نہ ہونا چاہیے۔ اس سے بھی آگے شریعت کے مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کے کلیہ کے حوالہ سے اسے پسندیدہ اور مطلوب ومحمود کہنا ہی زیادہ مناسب اور بہتر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اگر انتظاماتِ ملکی میں شاہانِ عجم اور نوشیروانِ عادل کے قوانین کے استفادے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے، ریاست کے غیر مسلم عوام سے ملکی انتظام میں مشورہ کرتے یہاں تک کہ علم فرائض کی درستی اور ترتیب میں غیر مسلم کی مدد حاصل کرسکتے تھے[1] تو انسانیت کی حقیقی بہی خواہ آج کی مثالی اسلامی ریاست کا رویّہ اس خصوص میں یقیناً اس سے مختلف نہیں ہوسکتا۔

بے قید آزادئ فکر ونظر اسلام خود اپنے ماننے والوں کو دینے کا قائل نہیں

اس سے ہٹ کر جہاں تک بے قید اور بے لگام آزادئ فکر ونظر کا سوال ہے تو اسے اسلام خود اپنے ماننے والوں کو دینے کا قائل نہیں۔ دیگر افکار و مذاہب پر اسلام کے ماننے والوں کو جو تنقید و اعتراض کا حق ہے تو اس کی فطری وجوہ ہیں جس کی تفصیل پچھلے صفحات میں پیش کی جاچکی ہے۔ اہلِ اسلام کا ان افکار و مذاہب کی نسبت سے خاموشی اختیار کرنا اور ان کی کمیوں اور خامیوں کو منظرِ عام پر نہ لانے میں انسانیت کا خسارہ ہے۔ یہ انسانیت کی نسبت مسلمان امت کی محبت اور ہمدردی کا مظہر ہے کہ وہ ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو ایک ایک کرکے سامنے لائے۔ جو لوگ اللہ کے آخری دین ـ اسلام ـ کے بغیر اس کے دربار میں حاضر ہوں گے وہ ابدی زندگی کے خسارے سے دوچار ہوں گے۔ اللہ کے نزدیک دنیا میں زندگی گزارنے کا پسندیدہ طریقہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ غفلت اور کوتاہی یا نفس وشیطان کے بہکاوے سے جو لوگ منسوخ وباطل مذاہب اور خدا بیزار افکار و نظریات سے وابستگی

---

[1] شبلی نعمانی م ۱۳۳۲ھ: الفاروق: ۲/۳۹، ۱۷۵، ۲۶۲۔ اعظم گڑھ ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء

Marfat.com

کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں انھیں نظر آئے نہ آئے ان کا ہر قدم ہلاکت کی طرف اور ان کی ہر سانس انھیں دوزخ سے قریب کر رہی ہے۔ انسانیت کے اس تباہی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اسے اس دنیا میں اسلام اور اسلامی شریعت کی صحیح پہچان حاصل ہو جائے۔ امتِ مسلمہ اپنی دعوت و تبلیغ کی اسی ضرورت سے دوسرے تمام مذاہب و افکار پر تنقید کے لیے اپنے کو مجبور پاتی ہے۔ اسی سے یہ بات واضح ہے کہ اپنے برحق مذہب اور کامل شریعت پر تنقید و اعتراض اور اس کے منصوص حصے پر لب کشائی کے لیے کوئی وجہِ جواز نہیں ہو سکتا۔ شریعت کی نسبت سے اس کے آزادئ فکر و نظر کے استعمال کا دوسرا دائرہ ہے اور اسی دائرہ میں امت کو اس کی اجازت ہو سکتی ہے۔ یہ دائرہ شریعت کے منصوصات میں مخفی مصلحتوں اور حکمتوں کے تلاش کرنے اور بدلتے حالات میں ان کے اطلاق اور انطباق کا ہے، جسے دوسرے لفظوں میں 'اجتہاد' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ شرائط کی تکمیل اور آداب کی رعایت سے امتِ مسلمہ آخری برحق شریعت میں بس 'اجتہاد' کا اختیار رکھتی ہے۔ شریعت پر تنقید و اعتراض کے اس کے حق کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ 'اجتہاد' کی اس ضرورت سے علماء کے جمود اور زمانہ کو نہ سمجھنے اور احکامِ شریعت کے بروقت اور برمحل استعمال کی کوتاہی کی شکایت تو امت کی طرف سے بجا طور پر کی جا سکتی ہے۔ جس کی تلافی کا سامان بھی وقت کے وقت کیا جانا چاہیے۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر خود شریعت اور اس کے استناد کو معرضِ بحث میں لانے کا مطلب اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ کسی صاحبِ ہوش و حواس مسلمان سے اس کی امید نہیں کی جا سکتی۔ پس کسی ذمہ دار مسلمان کا یہ منصب نہیں ہو سکتا کہ اسلام میں عورت کے حقوق اور چار شادیوں کے جواز پر علانیہ تنقید کرے۔ معاشرے میں صحیح طور پر ان کے حقوق کے حصول اور تعدّدِ ازواج کی سہولت کے غلط استعمال پر البتہ اسے بے چین ہوتے اور اصلاحِ احوال کے لیے فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔ سلمان رشدی سے ہٹ کر تسلیمہ نسرین جیسی اسلام اور شریعت کے

Marfat.com

ناقدین کے یہاں کوئی نکتہ کام کا اور کوئی بات توجہ کے لائق بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کی اصل خامی یہ کہ یہ اپنی حد میں نہ رہ کر نفسِ شریعت کے استناد اور اس کی معقولیت کو چیلنج کرنے کی غلطی کی مرتکب ہے۔ آزادئ فکر و نظر کا یہ بالکل بیجا استعمال ہے اور اسلام اپنے کسی ماننے والے کو ہرگز ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ غیر مسلم انسانیت کا خود اس میں خسارہ ہے گو کہ وقتی طور پر اس کو یہ چیز اچھی لگے اور اس کی حوصلہ افزائی اور تشجیع میں اس کو مزہ آئے۔

کسی عقیدے اور فکر کو نہ ماننے کا مطلب ہی ہے کہ انسان اس کا ناقد ہے۔ یہ الگ ہے کہ وہ اس کا برملا اعلان کرے نہ کرے۔ اسلام دنیا کے دوسرے تمام انسانوں کو عقیدے اور عمل کی جو وسیع آزادی فراہم کرتا ہے اس کا اپنے آپ مطلب ہے کہ بت کے پجاری کو عقیدۂ توحید سے اجنبیت ہے۔ آواگون کا قائل اسلام کے بے لاگ عقیدۂ آخرت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اوتار واد کا تصور اپنے آپ میں اسلام کے تصورِ نبوت و رسالت کی نفی ہے عقیدے اور عمل کی آزادی کے سلسلے میں بس اسی قدر بس ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کھلے بندوں اور علی الاعلان شرک و بت پرستی اور الحاد اور انکارِ خدا کا عقیدۂ توحید پر کیچڑ اچھالنا، اوتار واد کو نبوت و رسالت کا بدل بتانا اور آواگون کو اسلام کے دوسری دنیا کے نکھرے ہوئے تصور کا متبادل بنا کے پیش کرنا، انسان کی فطرت اور اس کے اندرون سے جنگ ہے۔ یہ روحِ کائنات سے جھگڑا مول لینا ہے۔

یہ خود ڈوبنے کے ساتھ اوروں کو ڈبونا اور اپنی تباہی کے ساتھ دوسروں کو تباہی کے منہ میں ڈھکیلنا ہے۔ جیسا کہ بات آئی، بین مذاہب مجالسِ مذاکرہ اور اس سے مخصوص سیمناروں میں تو یہ بحث و گفتگو کا موضوع بن سکتی ہے اور قرآن کے 'جدال بالاحسن' کا یہ لازمی حصہ ہے۔ اس سے آگے عوامی سطح پر آخری برحق شریعت کی منصوصات کو بے قید و بے لگام اعتراضات کا ہدف بنانے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ امت کے احترامِ مذہب کے حق کا تو یہ حصہ ہے ہی،

Marfat.com

انسانیت کی بھلائی اور مصلحت بھی اسی سے وابستہ ہے۔ نسخۂ شفا اگر عوامی تنقید کا ہدف بن جائے تو مریض انسانیت کا بس خدا ہی حافظ ہے۔ خطا کار محتسب کے مقام پر آجائے تو ایسے سماج کے حق میں بس دعائے خیر ہی کی جا سکتی ہے۔ آخری شریعت کی اس امتیازی حیثیت کو جانچنے اور پرکھنے کا کام ضرور کیا جائے اور یہی دراصل زندگی میں کرنے کا سب سے بڑا کام ہے۔ لیکن کوتاہی فکر و نظر سے اگر اس کی صحیح پہچان نہیں ہو پاتی ہے تو اسی حد پر رک جانا مناسب ہے۔ اندھیری کوٹھری میں بند ہو کر کوئی شخص دن کے اجالے سے فائدہ نہ اٹھانا چاہے تو یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے۔ سورج کی روشنی اور اس کی فیض رسائی پر اس کو کلام کرنے کا حق نہیں ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین صلاۃ وسلاما دائما کثیرا کثیرا کما یحبہ تعالیٰ ویرضاہ۔

Marfat.com

کتابیات

(عربی)

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ محمد الرازی، فخر الدین م ۶۰۶ھ: مفاتیح الغیب المشتہر بالتفسیر الکبیر، مطبعہ عامرہ، مصر ۱۳۰۸ھ

۳۔ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری م ۵۳۸ھ: الکشاف عن حقائق التنزیل، مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر، طبع اخیرہ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء۔ تحقیق روایات: محمد صادق قمحاوی۔

۴۔ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ: تفسیر القرآن العظیم المعروف بابن کثیر، مکتبہ تجاریہ کبریٰ، مصر ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء۔

۵۔ محمد بن علی بن محمد الشوکانی م ۱۲۵۰ھ: فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، دار المعرفہ بیروت، بدون سنۃ۔

۶۔ جلال الدین محمد بن احمد المحلی م ۸۶۴ھ اور: جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی م ۹۱۱ھ: تفسیر الجلالین، دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، طبع اولیٰ۔

۷۔ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ: صحیح البخاری، اصح المطابع، دہلی ۱۳۲۷ھ/۱۹۳۸ء

۸۔ ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم النیسابوری م ۲۶۱ھ: صحیح مسلم، مطبعہ عامرہ، مصر، تصحیح: محمد ذہنی

۹۔ سلیمان بن اشعث ابوداؤد السجستانی م ۲۷۵ھ: سنن ابی داؤد، مطبع مجیدیہ، کان پور ۱۳۲۵ھ

۱۰۔ ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل م ۲۴۱ھ: مسند احمد بن حنبل، مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۳ھ

۱۱۔ عبدالرؤف المناوی م ۱۰۲۹ھ: التیسیر بشرح الجامع الصغیر، دار الطباعۃ العامرہ، مصر ۱۲۸۶ھ

۱۲۔ احمد بن تیمیہ م ۷۲۸ھ: فتاویٰ ابن تیمیہ، طبع جدید، سعودی عرب۔ ترتیب: عبدالرحمن بن قاسم وابنہ محمد۔

۱۳۔ " : الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، مطابع المجد التجاریہ، مقام اشاعت وسن اشاعت ندارد

۱۴۔ " : منہاج السنۃ النبویۃ، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض، بدون تاریخ، وبہامشہ: موافقۃ صریح المعقول

Marfat.com

بصحیح المنقول للمؤلف۔
۱۵۔ ابن قیم الجوزیہ م ۷۵۱ھ: احکام اہل الذمہ، مطبع جامعۃ دمشق ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء، طبعہ اولیٰ تحقیق وتعلیق: الدکتور صبحی الصالح
۱۶۔ " : ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ، موسسۃ مکتبۃ للطباعۃ والاعلام: توزیع: الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورہ، بدون سنہ،
۱۷۔ ابن قیم : اغاثۃ اللہفان من مصاید الشیطان، مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، مصر ۱۳۷۵ھ/۱۹۳۹ء تحقیق وتعلیق: محمد حامد الفقی
۱۸۔ ابو منصور الحنفی الماتریدی م ۳۳۲ھ: کتاب شرح الفقہ الاکبر، المنسوب الی الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت م ۱۵۰ھ، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد الدکن، ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ۔
۱۹۔ ابو الفرج عبداللہ بن علی بن محمد ابن الجوزی م ۵۹۷ھ: سیرۃ عمر بن الخطابؓ اول حاکم دیمقراطی فی الاسلام، الدار القومیہ، مصر (بدون سنہ)
۲۰۔ شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۶ھ: الفوز الکبیر فی اصول التفسیر مع فتح الخبیر، نقلہ من الفارسیہ الی العربیۃ العلامتان محمد منیر الدمشقی ومحمد اعزاز علی الدیوبندی، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

(اردو)

۲۱۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی م ۱۲۳۰ھ: موضح القرآن، تاج کمپنی، لاہور، بدون تاریخ
۲۲۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی م ۱۹۷۹ء: ترجمۂ قرآن مع مختصر حواشی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی بار اول ۱۹۷۹ء
۲۳۔ سلطان احمد اصلاحی: مذہب کا اسلامی تصور، ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ بار اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء
۲۴۔ " : وحدت ادیان کا نظریہ اور اسلام، " " بار اول ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء
۲۵۔ " : اسلام کا نظریۂ جنس، ادارۂ علم وادب، علی گڑھ ۱۹۹۴ء/۱۴۱۵ھ بار اول
۲۶۔ " : اسلام کا تصورِ مساوات، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی بار اول ۱۹۸۵ء
۲۷۔ " : اسلام اور آزادیٔ فکر وعمل، منتظرِ طبع
۲۸۔ کتابِ مقدس، پرانا اور نیا عہدنامہ، بائبل سوسائٹی ہند، بنگلور ۱۹۸۵ء
۲۹۔ مولانا عبداللطیف مسعود: تحریفِ بائبل بزبان بائبل، معرفت عالمی مجلسِ تحفظِ ختم نبوت، ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ، پنجاب۔ پاکستان
۳۰۔ علامہ شبلی نعمانی م ۱۳۳۲ھ: الفاروق، معارف پریس اعظم گڑھ، سلسلہ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء

(اخبارات ورسائل)

۳۱۔ ہفت روزہ تکبیر، کراچی۔

Marfat.com

مصنف کی دوسری کتابیں

۱۔ مذہب کا اسلامی تصور	۱۰۰ روپے
۲۔ اسلام کا تصورِ مساوات	۳۰ روپے
۳۔ وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسلام	۴۰ "
۴۔ اسلام کا نظریۂ جنس	۱۵۰ "
۵۔ مومنانہ زندگی کے اوصاف	۲۲ "
۶۔ مشترکہ خاندانی نظام اور اسلام	۲۰ "
۷۔ پردیس کی زندگی اور اسلام	۱۳ "
۸۔ کمسنی کی شادی اور اسلام	۷ "
۹۔ بندھوا مزدوری اور اسلام	۵ "
۱۰۔ بچوں کی مزدوری اور اسلام	۵ "
۱۱۔ ابتدائے تاریخ کا تصور اور قرآن	۲۰ "
۱۲۔ جنسی تعلیم کا مسئلہ اور اسلام	۳ "
۱۳۔ اسلامی طلبہ تنظیموں کا مطلوبہ ڈھانچہ	۱۲ "
۱۴۔ مسلمان اقلیتوں کا مطلوبہ کردار	۳۵ "
۱۵۔ ہندوستان میں مدارسِ عربیہ کے مسائل	۵۰ "
۱۶۔ مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ شخصیت کے چند نمایاں پہلو	۱۵ "
۱۷۔ مولانا عبدالمجید ندوی شہیدؒ۔ کچھ یادیں کچھ باتیں	۱۵ "
۱۸۔ انسانی معاشرہ۔ اسلام کے سائے میں	۲۰ "
۱۹۔ دعوتِ دین کے علمی تقاضے	۳۰ "
۲۰۔ اسلام اور آزادیٔ فکر و عمل (منتظر طبع)	۔

Marfat.com

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی کی اردو مطبوعات

کتاب	مصنف	صفحات	قیمت
۱۔ مرکز اسلام و جاہلیت	مولانا صدرالدین اصلاحی	۲۱۶	۲۵/-
۲۔ غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق	مولانا سید جلال الدین عمری	۳۳۲	۱۰۰/-
۳۔ صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات	"	۲۸۸	۷۰/-
۴۔ مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ	"	۲۰۰	۳۵/-
۵۔ اسلام میں خدمت خلق کا تصور	"	۱۷۶	۴۰/-
۶۔ اسلام اور مشکلات حیات	"	۸۸	۸/-
۷۔ مذہب کا اسلامی تصور	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۵۹۱	۱۰۰/-
۸۔ مشترکہ خاندانی نظام اور اسلام	"	۱۰۲	۲۰/-
۹۔ وحدت ادیان کا نظریہ اور اسلام	"	۱۹۲	۴۰/-
۱۰۔ آزادی فکر و نظر اور اسلام	"	۱۲۸	۴۰/-
۱۱۔ قرآن، اہل کتاب اور مسلمان	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۹۶	۷۰/-
۱۲۔ عہد نبوی کا نظام حکومت	پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی	۱۳۶	۳۰/-
۱۳۔ ایمان و عمل کا قرآنی تصور	الطاف احمد اعظمی علیگ	۲۸۰	۲۵/-
۱۴۔ تصوف - ایک تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر عبیداللہ فراہی	۲۰۰	۲۵/-
۱۵۔ عہد نبوی کے غزوات و سرایا	ڈاکٹر رؤف اقبال	۲۴۷	۲۵/-
۱۶۔ شیئر بازار میں سرمایہ کاری موجودہ طریقہ کار اور اسلامی نقطہ نظر	ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی	۱۵۶	۴۵/- (P.B) ۶۰/- (H.B)

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی - دودھ پور - علی گڑھ ۔۱

(۲) مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز - دعوت نگر - ابوالفضل انکلیو - نئی دہلی ۔۲۵

Marfat.com

By : Maulana Sadruddin Islahi

Tital	Pages	Price
1. Islamic civilization in its real perspective	137	90.00
2. The Islamic Economic Order	50	7.00
3. Pitfalls on the path of Islamic Movement	34	4.00
4. How to study Islam	22	2.00
5. Muslims and Dawah of Islam	28	2.00

By : Maulana Syed Jalaluddin Umri

1. Woman and Islam	104	25.00
2. Muslim Women : Role and Responsibilities	64	20.00
3. The rights of Muslim Woman An Appraisal	234	70.00
4. The Concept of Social Service in Islam	165	50.00
5. Islamic Solution to Human Issues	67	50.00
6. Islam and the Unity of Mankind IInd Edition	36	7.00
7. Islam : The Religion of Dawah	32	3.00
8. Islam : The Universal Truth	22	3.00

IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI

Panwali Kothi, Dodhpur, Aligarh

Marfat.com

آزادیٔ فکر و نظر اور اسلام

سلطان احمد اصلاحی

...تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ

Marfat.com